لیے پیدا کیا جاسکے۔ اور اب تو سولزے نٹسن بھی مغرب کی جنت میں پہنچ چکے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم برسائے تھے و یت نام میں نیپام بموں کا منہ برسایا تھا۔ اور وہاں پر مغربی سامراج نے ہزاروں انسانوں کو قتل کر کے پھینک دیا۔ تو مغربی اور مشرقی سامراج کو انسانوں کی عظمت، سیاست میں اخلاق و شرافت کی یاد کبھی نہ آئی تھی۔ البتہ روس کا سوشل سامراج ان سے ایک قدم آگے نکل گیا ہے کہ ماسکو کے حکمرانوں نے اختلاف رائے کرنے والوں کے لیے اندرونی ملک جلاوطنی جیسے بھیانک اور قطعی طور پر غیر منطقی سزا وضع کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی بلکہ اس پر مستزاد کسی کو سائبیریا کے برف میں دفن کر دیا تو کسی کو اپنے ملک کی سرحدوں سے ہزاروں میل دور کسی دوسرے ملک میں تعاقب کر کے ہلاک کر ڈالا۔ جب تیسری دنیا بالخصوص مسلم دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی عظیم جدوجہد شروع ہو گئی تو اس وقت روس کے ابھرتے ہوئے سوشل سامراج اور زوال پذیر مغربی صنعتی سامراج نے بقائے باہم اور دینیات جیسی اصطلاحیں وضع کر کے دنیا کو اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کرنے کی نہایت بھونڈی کوشش کی۔ اور یوں ایک نیا نو آبادیاتی نظام قائم کر دیا مشرق وسطیٰ میں جونہی تیل کے آثار سامنے آئے روسی یہودیوں اور مغربی عیسائیت نے ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کا خنجر بھونک دیا قبلہ اول پر یہودیوں سے قبضہ کروایا دوسری عظیم جنگ کے بعد جس طرح امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جاپان، جرمنی، آسٹریلیا اور کوریا پر قبضہ جما لیا ٹھیک اسی طرح روس نے بھی جنگ کے تحفہ کے طور پر مشرقی جرمنی، پولینڈ، چیکوسلواکیا رومانیہ کے علاقے اور باقی ماندہ فن لینڈ جاپان کے جزائر ساخالین اور جزائر کیورائل پر مشتمل دس ہزار دو سو مربع میل پر قبضہ کر لیا۔ ان تمام ممالک پر قبضہ کرنے کے بعد روس نے براہ راست افغانستان پر حملہ کر کے تمام انسانوں اور بین الاقوامی حقوق پامال کیں اور وہاں کے لوگوں پر جو مظالم کیے ہیں ان کی مثال تاریخ انسانی

میں بھی نہیں ملتی افغان کو اب چوتھی جنگ کا سامنا ہے افغانستان کے لوگ کیا ہیں
اس پر مورلے کا یہ خیال کہ اس سرحد میں انسانوں کا ایک
ایسا ہجوم بستا ہے جو پانچویں صدی سے بیسویں صدی تک کے مراحل طے کرتا نظر آتا ہے
اب آخر میں یہ کہنا درست ہوگا کہ روس افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلائے اور
افغان عوام کو ایک آزاد سیاست و پالیسی پر مبنی اسلامی حکومت قائم کرنے کا موقع
دیا جائے ۔

مشرق وسطیٰ میں روس کی پیش قدمی

روس نے خلافت عثمانی کے خلاف داخلی اور خارجی سازشوں کے جال پھیلائے اور مسلمانوں کی اس طاقت کو ختم کرنے کے لیے کئی ایک کوششیں کیں ترکی کے ساتھ پہلی جنگ ۱۷۱۰ء میں ہوئی پیٹر اعظم نے ماسکو کے سب سے بڑے کلیسا سے ترکوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا پیٹر اعظم نے اس جنگ کو ایک مذہبی جنگ قرار دیا جس کا مقصد یورپ سے ترکوں کو نکال باہر کرنا تھا۔ اس جنگ میں اپنی فوجوں کی قیادت خود پیٹر اعظم کر رہا تھا۔

روس نے ترکی کے خلاف دوسری بار جنگ ۱۷۳۵ء میں اس وقت چھیڑ دی۔ جب ترکی کی فوجیں ایران سے برسرپیکار تھیں دوسری فوج کا سپہ سالار مارشل سونخ قسطنطنیہ کی فتح کا خواب دیکھ رہا تھا۔ اس نے زارینہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ترکوں کو یورپ سے نکال کر دم لے گا اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا اس نے سب سے پہلے کریمیا پر قبضہ کیا یہ جنگ سراسر اس معاہدہ کے خلاف تھی جو ملکہ کتھرائن نے ترکی سے کیا تھا۔

۱۷۸۸ء آسٹریا نے ترکی کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ ۱۷۹۱ء میں روسی فوج کے سپہ سالار نے ترکوں کے ساتھ صلح کر لی لیکن ملکہ کتھرائن نے صلح نامہ کو مسترد کرتے ہوئے قلعہ اسماعیل پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۲۸ء میں یونانیوں کی حمایت میں بھی روس نے ترکی پر حملہ کر دیا اور جنگ بلقستان کی ریاستوں کے اندر تک پہنچ گئی لیکن ۱۸۷۷ء میں زبردست تیاری کے بعد ترکی کے خلاف ایک بہت بڑی جنگ چھیڑ دی۔ برطانیہ، فرانس اور جرمن خاموشی سے یہ تماشہ دیکھتے رہے جب روس نے ادینہ پر قبضہ جما لیا اور صاف نظر آنے لگا کہ روس قسطنطنیہ اور دانیال پر قبضہ کرنے کے بعد سب کے لیے مصیبت بن جائے گا تو یہ ممالک حرکت میں آ گئے۔ اور ان لادین طاقتوں کے ایک معاہدے کی رو سے سرویا، بلغاریا، رومانیہ، بانسٹنی، نیگرو ترکی سلطنت سے علیحدہ

کر کے خود مختار ریاستیں بنا دی گئیں۔

روس کو ایران پر قبضہ کی دیرینہ خواہش پر عمل درآمد کا اس وقت موقع ملا جب دوسری عالمگیر جنگ میں جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ اور کمیونسٹ روس کو اتحادیوں کی حمایت حاصل کرنی پڑی۔

اگست ۱۹۴۱ء کو ایران کے شمالی آذربائیجان، گیلان، مازندازان، گورگان اور خراسان کے کچھ حصے پر برطانیہ نے قبضہ کر لیا روس نے ایران پر مستقل قبضہ کے لیے تودہ پارٹی کے نام سے کمیونسٹ پارٹی تشکیل دی۔ اس کے ساتھ ہی روس نے کردوں کے لیے ایک جمہوری حکومت قائم کی۔ جس کا صدر مقام مہ آباد کو بنا دیا گیا اس حکومت کے صدر کرد لیڈر قاضی حمد اور سپہ سالار مصطفیٰ برزانی بنائے گئے۔ اور ۱۳ افراد پر مشتمل کابینہ قائم کر دی گئی۔

روس نے کردوں میں اثرات قائم کرنے کے لیے کردی زبان کے اخبار بھی جاری کئے اور اپنی سرحد میں ایک ریڈیو اسٹیشن بھی قائم کر دیا تھا۔ اسٹالن نے انگریز حکومت کو ایرانی آذربائیجان، مازنداران، گورگان اور خراسان کے شمالی حصے تک وسیع کرنے اور سیاسی و اقتصادی اثرات کے باقی حصے میں پھیلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ایران میں پہلی ٹریڈ یونین ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی اور اسی سال "اتفاق کارگران" کے نام سے ایک کمیونسٹ پرچہ جاری ہوا۔ ۱۹۲۲ء تک ٹریڈ یونین سرگرمیوں میں اس قدر اضافہ ہوا کہ صرف تہران میں ۲۲ ٹریڈ یونین موجود تھیں۔

یہ تھی وہ قوت جس کے بل بوتے پر روس سمجھتا تھا کہ کمیونسٹ اندرونی طور پر خانہ جنگی کے حالات پیدا کر دیں گے۔ اور اس کے لیے حکومت ایران پر قبضہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

حضرت آیت اللہ امام خمینی نے اس صدی میں عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے خائن شاہ محمد رضا شاہ پہلوی کو ہٹانا اور ملک میں روسی اور امریکی اثرات کو ختم کرنا ایک انتہائی معجزانہ انقلاب ہے

حضرت امام خمینی کے عظیم کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے تودہ (کمیونسٹ) پارٹی کو کالعدم قرار دے کر روس کے دل کا ناسور بنا دیا۔

۱۹۷۳ء کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ خلیج سے ایک بیرل تیل جو تین ڈالر میں خریدا جاتا ہے وہ ۴۵ ڈالر میں فروخت ہوتا ہے اور دنیا میں پٹرول کے کل ذخائر کا ۳۰ فیصد حصہ سعودی عرب کے پاس ہے اس خام تیل سے ایک ہزار سے زائد مصنوعات بنتی ہیں۔ تیل کی کشش روس کو مشرق وسطیٰ میں پیشقدمی کے لیے اکساتی ہے۔

کمیونسٹ ایک عرصے سے عالم عرب کو اپنی کالونی بنانے کی سازشوں میں مصروف ہیں یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ عالم عرب دو اسباب کی وجہ سے روس کا نشانہ بنے ایک تو اس لیے کہ کمیونزم اسلام کو اپنی راہ کا سب سے بڑا پتھر تصور کرتا ہے اس نظریاتی وجہ کے علاوہ سیاسی پوزیشن نے بھی روس کو عالم عرب کی سیاست میں دخیل ہونے کے لیے سازشوں پر آمادہ کیا۔

دنیا عرب میں مصر کو ہر اعتبار سے ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ یہ ملک علم و ادب سائنس و ٹیکنالوجی کے لحاظ سے پوری عالم عرب کا قائد تھا۔ اخبارات و رسائل اور جدید پروپیگنڈا کے ذرائع کی وجہ سے اس ملک کے اثرات پوری عالم عرب پر پڑتے تھے۔ مصر کو سب سے زیادہ ضرورت اسلحہ کی تھی۔ روس نے ۲۷ ستمبر ۱۹۵۵ء کو مصر کا چیکوسلواکیہ سے معاہدہ کرا دیا جس کے تحت جدید اسلحہ مصر پہنچنا شروع ہو گیا اس معاہدے کے تحت مصر کو ۹۰ ملین سے دو سو ملین ڈالر تک کا اسلحہ ملا۔ مصر کو اسلحہ کی قیمت چاول اور کپاس کی صورت میں بارہ سال میں ادا کرنا تھی۔ اس کے بعد مصر نے ۱۹۵۶ء میں روس کے ساتھ ایک اور معاہدے پر دستخط کیے ان دونوں معاہدوں کے تحت مصر کو ۳۲۶ ملین ڈالر کا اسلحہ ملا۔ جس کا انکشاف ۱۹۶۶ء میں خود جمال ناصر نے کیا تھا۔

روس نے جمال ناصر سے یہ تجویز بھی منوالی کہ مصری افواج کی از سر نو تشکیل کی جائے

اور مصری فوج سے ناپسندیدہ آفیسر نکال دیئے جائیں ۱۹۶۹ء کے آخر تک چار ہزار روسی فوجی مشیر پہنچ گئے ۔ اور ان کے علاوہ چار ہزار دیگر آفیسر اور دو سو روسی پائلٹ بھی مصر میں داخل ہوئے ۔

۱۹۶۵ء میں ماسکو دورے کے موقع پر جمال ناصر نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ! اخوان المسلمین نے میرے قتل کی سازش تیار کی تھی جو طشت از بام ہو چکی ہے ۔ اب میں انہیں معاف نہیں کروں گا ۔ لہٰذا دورہ ماسکو سے واپسی پر ہزاروں مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا جن میں آٹھ خواتین بھی شامل تھیں ۔

مصر کی طرح جنوبی یمن میں بھی زبردست جغرافیائی اہمیت کا حامل ہے اور اس ملک سے بحر ہند اور بحر احمر دونوں پر نگاہ ڈالی جا سکتی ہے بحر احمر میں داخلے کا جنوبی راستہ یہاں سے پوری طرح کنٹرول کیا جا سکتا ہے ۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ روس نے نظریاتی میدان میں جنوبی یمن میں ۱۹۵۲ء سے کام شروع کر دیا تھا ۱۹۵۲ء میں (الہدیٰ) کے نام سے ایک پرچے کا اجراء ہوا جس نے کمیونزم کے پرچار کے علاوہ روس کو سامراج دشمن اور آزادی کے لیے لڑنے کے دوست کی حیثیت سے متعارف کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے جنوبی یمن کے سلسلے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ روس کی بحریہ کو وہاں تک رسائی حاصل ہے اور برطانوی بحریہ کی خالی کی ہوئی چھاؤنی بھی روسیوں کے قبضہ میں ہے جہاں روس نے پانچسو اعلیٰ تربیت یافتہ ماہرین پہنچا دیئے ہیں اور ۱۹۷۹ء میں یہ سنسنی خیز انکشاف بھی ہوا تھا کہ روس کی مسلح افواج کا ایک باقاعدہ بریگیڈ کیوبا میں موجود ہے جسے کیوبا میں مشن کی تکمیل کے بعد جنوبی یمن منتقل کر دیا جائے گا ۔ جزیرہ نمائے عرب میں یمن روس کا اسی طرح اڈہ ہے جس طرح کیوبا ہے اس لیے جنوبی یمن میں کیوبا کے فوجی پہنچا کر ان کے ذریعے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک طوفان پیدا کیا جا سکتا ہے اگر افغانستان کے نقشہ پر نظر ڈالیں تو شبین ڈنڈا درہارت سے جنوبی یمن کے ساتھ سیدھا فضائی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے بلکہ قائم کیا ہے ۔

روس جنوبی یمن کے ذریعہ خلیج اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے ملکوں میں کمیونسٹ انقلاب لانے کے لیے کوشاں ہے روس جنوبی یمن کو ١٩٧١ء تک پچیس ملین روبل سے زائد سالانہ امداد دیتا رہا ہے۔ ١٩٧٣ء میں ہنگری چکوسلواکیہ اور پولینڈ نے بھی جنوبی یمن کو ٣٢ ملین ڈالر قرض اور پانچ ملین ڈالر کی امداد دی۔

نیوز ویک [١] نے مارچ ١٩٨٠ء میں جنوبی یمن سے سعودی عرب کو خطرے کے موضوع پر ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا!

سعودی ذمہ داروں نے بتایا ہے کہ حال ہی میں درجنوں روسی جرنیل اور سینکڑوں کیوبا کی فوجی ہوائی جہازوں کے ذریعے جنوبی یمن پہنچائے گئے ہیں روس نے جنوبی یمن میں ایٹمی طاقت سے چلنے والی آبدوزوں کے لیے اڈہ بنایا ہے۔ اسی طرح شام میں بھی روسی اثر و نفوذ بڑھ گیا ہے روس اور شام کے درمیان ایک معاہدے میں کہا گیا ہے کہ اس معاہدے کے تحت خطرے کے پیش نظر روسی فوجیں کسی بھی وقت شام داخل ہوسکتی ہیں۔

روس نے افغانستان پر کیوں حملہ کیا

روس نے اپنی بدترین معاشی حالت پر قابو پانے اور اپنی توسیع پسندانہ ہوس ملک گیری کے تحت افغانستان پر وحشیانہ اور سفاکانہ حملہ کر کے قبضہ کرنے کی کوشش اس لیے کی ہے کیونکہ اس کا مقصد نہ صرف خلیج کے گرم پانیوں تک پہنچنا ہے بلکہ وہ افغانستان کے معدنی وسائل تیل گیس کے ذخائر اور دوسرے قدرتی وسائل جن سے افغانستان مالامال ہے پر بھی حریصانہ نظر رکھے ہوئے ہے۔ اسی لالچ نے اس کو وسعت سلطنت پر عمل درآمد کرانے کے لیے ایک نہ ختم ہونے والی مصیبت سے دوچار کر دیا ہے۔

١:- روسی سامراج عالم اسلام کے لیے ایک چیلنج - محمد موسیٰ بھٹو صفحہ ٢٢٢ -
٢:- افغانستان ماضی اور حال کے آئینے میں ٩٦ - ٩٧ ص نصراللہ غلزئی -

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ روس اپنے دفاعی اخراجات میں بے بہا اضافے اور اسلحہ کے انبار لگانے کی وجہ سے انتہائی معاشی مشکلات کا شکار ہو چکا ہے اور یہ حقیقت اس بات سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ روس اپنے داخلی وسائل ناپید ہو جانے کی وجہ سے اب اپنے اتحادی ملحقہ ممالک کے وسائل پر بھروسہ کرنے لگا ہے لیکن یہ وسائل بھی اس کی وسعت پسندی کے لالچ کو اطمینان نہیں بخش سکے۔ اگر روس اس طرح سے نئے وسائل تلاش نہ کرے تو کریملن کو اس بات کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ کہیں ملک کی معاشی بدحالی کی وجہ سے ڈکٹیٹرشپ کے خلاف سماجی بغاوتیں نہ اٹھ کھڑی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کریملن کے حکمران نئی نئی بستیاں بسانے میں مصروف رہتے ہیں اور افغانستان بھی اس وجہ سے ان کی وحشیانہ خواہشات کا شکار بن گیا ہے۔

یہ ایک عام خیال ہے کہ افغانستان ایک غریب ملک ہے یہ تاثر بالکل غلط ہے دراصل افغانستان ایک غیر ترقی یافتہ ملک ہے جس میں قدرت نے ہر طرح کے معدنی ذخائر اور دیگر کئی قسم کے پھل اور زرعی اجناس پیدا کی ہیں جن کی روس میں بڑی مانگ ہے یہی وجہ ہے کہ روسی حکمران گزشتہ کئی برسوں سے ان پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کئی ایک بدکردار افغان حکمرانوں کو اس سلسلے میں اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش بھی کی۔

افغانستان کے معاشی اور معدنی وسائل جو روس کو اس وحشیانہ حرکت کرنے کا باعث بنے ان میں سے چند ایک کا ذکر ملاحظہ ہو۔

تیل کے ذخائر

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے افغانستان میں تیل تلاش کرنے والی سروے اسکیموں کی تجزیاتی رپورٹوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ افغانستان بے شمار قدرتی وسائل تیل اور گیس سے مالا مال ہے روس جس کے تیل کے ذخائر تیس سال

کے اندر اندر ختم ہونے والے ہیں اس بات کو بڑی اہمیت دیتا ہے ۳۸ - ۱۹۳۶ء میں امریکہ کی سروے ٹیموں نے اندازہ لگایا تھا کہ افغانستان کے شمالی علاقے سے ۰۰۶ ملین ٹن سالانہ کی مقدار سے تیل حاصل کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح کے اور بھی بہت سے تیل کے ذخائر موجود ہیں چالیس برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی افغانستان دوسروں پر بھروسہ کرنے والے غیر محب وطن اور غیر اسلامی حکمرانوں کی وجہ سے اپنے وسائل زیر استعمال لانے میں کامیاب نہیں ہو سکا

۱۹۵۱ء میں بھی مغربی ممالک کی تیل تلاش کرنے والی ایک ٹیم نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی ۔ یو این کی اس ٹیم نے شمالی افغانستان کے چھ خطوں میں تیل کے ذخائر دریافت کئے اور ۱۹۵۲ء میں ٹیکنیکل مدد کی تجویز پیش کی اس وقت افغانستان کی نیشنل آئل اتھارٹی وجود میں آ چکی تھی ۔ اور پارلیمنٹ نے تیل نکالنے کے لیے قانون بھی مرتب کر لیے مگر روس نے ان تمام اقدام کو جھٹلا دیا اور خدشہ ظاہر کیا کہ یو ۔ این ٹیم کی شمالی افغانستان میں موجودگی روس کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے اسی وقت سے روس شاہی حکومت کے خاتمے اور داؤد کو افغانستان پر پر مسلط کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل ہوا اور یہ ۱۹۵۸ء کا دور تھا ۔ جب داؤد افغانستان کا وزیر تھا ظاہر شاہ نے روس کے ساتھ جیولوجیکل سروے یعنی زمین کے معدنی ذخائر کے سروے کے معاہدہ پر دستخط کئے یہ معاہدہ ماسکو میں طے ہوا ۔

اس معاہدے کی رو سے روس نے افغانستان کو پندرہ ملین ڈالر آسان اور نرم شرائط پر واجب الادا قرض فراہم کیا ۔ جسے افغانستان نے پچاس برس میں اپنی مصنوعات فراہم کر کے معاوضے میں ادا کرنا تھا ۔ اس طرح سے شمالی افغانستان کا جنت نظیر سارا علاقہ روس کے زیر تسلط آ گیا جسے پلوں کے ذریعے آپس میں ملانا باقی تھا جہاں سے تیل گیس اور دوسرے قدرتی وسائل دریافت ہو چکے تھے ۔ تمام نقشے اور خاکے تیار کر لیے گئے تھے ۔ یعنی عملی جامہ پہنانے کے لیے کام آسان اور راستہ صاف ہو چکا تھا ۔

مشرقِ وسطیٰ اور افغانستان
روسی سامراج کے پھندے میں



مصنف : موسیٰ خان جلالزی

روس کی مداخلت اور افغانستان پر تسلط کا آغاز یہیں سے شروع ہو چکا تھا در حقیقت ۱۹۵۸ء کا یہی معاہدہ خود فروش حکومت کے لیے خودکشی کا باعث بنا اور عیاش شاہ ظاہر کو اپنے تخت حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے اور جان بچا کر ملک بدر ہونا پڑا۔

روس نے پھر سے افغانستان میں تیل کے ذخائر اور معدنی کانوں کا سروے کیا اور تمام سروے رپورٹیں اپنے پاس محفوظ کر لیں لیکن حکومت افغانستان کو سوائے گیس کے باقی تمام رپورٹیں جعلی تیار کر کے تھما دیں جس میں یہ ظاہر کر کے باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ سوائے گیس کے دوسرے تمام ذخائر اور وسائل بہت مہنگے اور غیر سودمند ثابت ہوں گے اس طرح ان کو گمراہ کر کے یہ تمام ذخائر اپنے پاس غیر معینہ مدت کے لیے محفوظ کر لیے تاکہ جب تک افغانستان پر ان کا مکمل قبضہ نہ ہو جائے ان کو نہ چھیڑا جائے اسی دوران روس نے کمیونزم کے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے اپنے ہم خیال لوگ خرید لیے اور آہستہ آہستہ کمیونزم نے پھیلنا شروع کر دیا۔

مہندوال نے اپنے دور اقتدار کے پہلے ہی سال شروع شروع میں برطانیہ کی ایک کمپنی سے آئل ریفائنری امپورٹ کر کے نصب کرنے کا معاہدہ کیا جسے روس اور اس کے پروردہ ایجنٹوں نے (جو کہ خاد کی شکل اختیار کر چکے تھے) سخت مخالفت کی اور ملک میں تحریکیں شروع ہو گئیں جس کے نتیجے میں یہ معاہدہ عمل پذیر نہ ہو سکا اور مہندوال کو اپنی وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہونا پڑا۔

ازاں بعد ۱۹۷۰ء میں وزیراعظم نور احمد اعتمادی نے اقتدار سنبھالتے ہی اعلان کیا کہ ایک ۱.۵ ملین ٹن حجم کی ایک چھوٹی سی آئل ریفائنری (تیل صاف کرنے کا کارخانہ) نصب کی جائے گی۔ ایک ماہ بعد زمین میں مختلف قسم کے سروے کرانے کا پراپیگنڈہ زور پکڑ گیا اور افغانستان کے لوگ سب کچھ بھول گئے یکے بعد دیگرے یہ دونوں اعلانات روس کی شرمناک پالیسی برائے حصول وقت کے حربے تھے تاکہ

وہ اپنے قبضے کے اقدامات کو مستحکم کر سکے ۔ بدقسمتی سے اس جارحانہ وسعت پسندی کو روکنے والا کوئی نہ تھا ۔

۱۹۷۶ء میں صوبہ جوزجان کے مقام پر ساری پل میں ۱۵۰۲ میٹر کی گہرائی پر تیل دریافت ہونے کی خبریں سننے میں آئیں ۱۹ اگست ۱۹۷۶ء کو صوبہ قیصر فریاب کے مقام علی گل میں کنواں ۲ کے متعلق نشر کیا گیا کہ وہاں کافی مقدار میں ۲۷۹۰ میٹر کی گہرائی پر تیل دریافت ہوا ہے ۔ اور یہ اس خطے کا پانچواں ذخیرہ بتایا گیا ۔
افغان قوم کو تو اپنے ذخائر سے تیل کا ایک قطرہ تک بھی استعمال نہ کرنے دیا گیا حکمران طبقے کو روسی غاصبوں کے قبضے سے اپنی اس قومی دولت کو چھڑوانے کی توفیق نہ ہوئی اور ہوتی بھی کیسے ؟ کیونکہ کسی کو عوام سے کوئی دلچسپی نہ تھی ۔
روس نے اپنے ہم خیال ایجنٹوں کی وساطت سے افغانستان کی مطلق العنان حکومت سیاسی لیڈر اور ممبران پارلیمنٹ کو بھاری رقوم بطور انعام (رشوت) دے کر ان کے منہ بند کر دیئے تھے ۔ کسی کو روس کے خلاف احتجاج کرنے یا حکومت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرنے کی جرات نہ تھی ۔

محب وطن مسلمان (جو کمیونزم کے خلاف تھے) جب بھی کوئی آواز بلند کرتے ان کا تمسخر اڑایا جاتا اور ان کے اقدام کو مضحکہ خیز قرار دیا جاتا درحقیقت اس وقت نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ کمیونزم نے اپنے شکنجے اتنے مضبوط کر لیے تھے کہ روس کے خلاف نہ کوئی افغان آواز بلند کر سکتا اور نہ ہی کوئی افغان قوم کے مفاد میں روسی کمیونسٹ پالیسیوں پر نکتہ چینی کر سکتا اور اگر کوئی آواز بلند ہوتی تو اس کو ملک دشمن تصور کر کے اس کا حساب چکا دیا جاتا ۔

قدرتی گیس شمالی افغانستان میں تیل کی دریافت اور اس کے وسیع ذخائر کی موجودگی قدرتی گیس کے ذخائر کی موجودگی کا ایک بین اور واضح ثبوت ہے مگر تیل کی طرح گیس بھی روس کے قبضے میں آ گئی کیونکہ روس افغانستان میں قدرتی گیس کے ذخائر

کی موجودگی کی خبریں چھاپ چکا تھا۔ اور یہ خبریں اس وقت منظر عام پر آئیں جب روس نے گیس کی پائپ لائن بارڈر نصب کر ڈالا پھر یہ مشہور کر ڈالا کہ شروع شروع میں ۱۹۴۶ء میں ۶۲ بلین کیوبک گیس برآمد کی جائے گی اور یہ بھی پتہ چلا کہ افغانوں کو بتائے بغیر گیس برآمد کی جائے گی۔ مختلف اوقات میں مختلف نوعیت کے بیانات نے شکوک وشبہات کو جنم دیا اسی اثناء میں داؤد کو وزارت عظمیٰ سے الگ کر دیا گیا۔ تب روس کو فکر لاحق ہوئی کہ داؤد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ محب وطن افغان باشندے اقتدار میں آجائیں اور روس کے سارے راز افشاں ہو جائیں۔

اگست ۱۹۶۶ء میں کابل ریڈیو سے یہ خبر نشر ہوئی کہ روس کو افغانی گیس کی برآمد بغیر قیمت اور مقدار کے شروع ہو چکی ہے نومبر ۱۹۶۷ء میں یہ خبر نشر ہوئی کہ ۲۵ ملین کیوبک میٹر گیس برآمد کی گئی۔

۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۸ء تک روس کتنی گیس چرا لے گیا اس کا علم صرف روس ہی کو ہے کیونکہ گیس کا تمام کنٹرول اور پائپ لائن سب اس کے قبضے میں تھا جبکہ گیس کا احاطہ روس کے علاقہ دریائے آمو تک تھا۔ اور اس کی پیمائش کے پیمانے بھی اسی کے پاس تھے۔

۱۹۷۲ء کی رپورٹ کے مطابق ۵۰ ملین ڈالر کی گیس برآمد کی جا چکی تھی اور یہ اندازہ بھی لگایا جا چکا تھا کہ گوجرداک میں گیس کے ذخائر ۴۲ ملین میٹر کیوبک تک موجود ہیں مگر درحقیقت صحیح رپورٹ کیا ہے؟ وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر زیادہ مقدار کے ذخائر کی موجودگی ظاہر کرتی ہے۔

سالانہ کتنی مقدار میں کتنی قیمت کی گیس افغانستان سے روس بھیجی جاتی تھی؟ اس کا کسی افغان کو کچھ علم نہیں۔

مارچ ۱۹۷۲ء میں ایک معاہدہ برائے مدت ۱۹۷۶ء تا ۱۹۹۰ء طے پایا کہ اس چھبیس سالہ مدت میں ۳۵ بلین کیوبک میٹر گیس برآمد کی جائے گی اور اسی سال ماہ جون میں صوبہ جوزجان کے جمعہ کے علاقے میں گیس کے مزید ذخائر دریافت ہونے کی

اطلاع ملی اسی سال ۸ ،۲ بلین کیوبک میٹر گیس برآمد کرنے کا معاہدہ ہو گیا۔

معدنی ذخائر

قدرتی گیس اور تیل کے علاوہ افغانستان معدنی ذخائر سے بھی مالا مال ہے حالانکہ بہت سی معدنیات کی ابھی نشاندہی کرنا باقی ہے جو کہ روس اور بدکردار افغان حکمرانوں کی آمرانہ چالوں اور ملی بھگت سے نہ ہو سکی۔

<u>سونا</u> :- سونے کے خزانے غزنی میں۔

<u>یورینیم</u> :- لشکر گاہ میں۔

<u>بیریئم</u> :- ہرات میں۔

<u>لوہا</u> :- حاجی گاخ اور تانبا لوگار میں کثیر مقدار میں دریافت ہو چکے ہیں مگر ان کو استعمال میں نہیں لایا جا سکا۔ کیونکہ روس اس افغان معدنی ذخائر کو ۱۹۵۰ء سے دریافت کر چکا تھا افغانستان کے روزنامہ "اصلاح" نے اپنے ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں لکھا ہے کہ افغانستان میں روسی کان کن ماہرین نے معدنی وسائل اور

اور ذخائر دریافت کئے ہیں ان کو اگر استعمال میں لایا جائے تو افغانستان کا دنیا کے امیر ترین ملکوں میں شمار ہونے لگے۔

افغانستان اپنے قیمتی پتھروں کی وجہ سے صدیوں سے مشہور ہے مگر دوسری معدنیات حال ہی میں دریافت کی گئیں تھیں ایک جاپانی کمپنی نے ۱۹۷۰ء کے دوران بمقام عینک صوبہ لوگار میں تانبے کے وسیع ذخائر دریافت کئے تھے۔

ایک سال بعد ہی حاجی گاخ کے علاقہ میں دو بلین ٹن لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے جس کا باقاعدہ طور پر ذرائع ابلاغ کی وساطت سے اعلان ہوا اس سلسلے میں جاپانی اور پاکستانی کمپنیوں نے لوہا نکالنے میں اپنی دلچسپی کا اظہار بھی کیا مگر افغان حکومت جو روس کے زیر دباؤ آ چکی تھی ایسا نہ کر سکی۔

۱۹۷۵ء میں یہ خبر اڑائی گئی کہ ہرات میں دو بلین بیریئم کے ذخائر دریافت ہوئے

ہوئے تھے جس سے چھ سو ٹن بیریئم روس کو گزشتہ سال برآمد کیا جا چکا ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ہزاروں ٹن بیریئم روسی حکمران نمونے کے طور پر کب کے ماسکو لے جا چکے تھے۔

اسی طرح لشکر گاہ سے ہزاروں ٹن یورینیئم نکال کر فوجی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے روس پہنچ چکا تھا۔

جون ۱۹۷۷ء میں تانبا پگھلانے کے لیے ایک پلانٹ کی تنصیب کے سلسلے میں روس سے ایک معاہدہ ہوا۔ اس مذکورہ پروجیکٹ کی قیمت ۱۵ ملین روبل تھی اور یہ قرض روس نے مہیا کرنا تھا۔ مگر یہ معاہدہ پورا نہ ہو سکا۔ روس محض وقت حاصل کرنے کے لیے افغان حکمرانوں کو الو بناتا رہا اور ان معاہدوں کی آڑ میں اکٹھے کرتا رہا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے روس اپنے ایجنٹوں کے ذریعے افغانستان میں اپنے ہم خیال اکٹھے کرتا رہا اور کم پڑھے لکھے لوگ جن کا عقیدہ اسلام کے متعلق بہت کمزور تھا ان کو سبز باغ دکھا کر سستے داموں خرید کر اپنے دام مکاری میں الجھاتا رہا اسی طرح کمیونزم کے پنجے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔ اور افغانستان میں کمیونزم (کفر) جڑیں پکڑتا گیا۔

داؤد نے اپنے اقتدار کی پہلی سالگرہ پر اعلان کیا کہ روس سونے تانبے مرکری (پارہ) اور کرومیئم کے ذخائر نکال کر افغانستان کو مضبوط بنانے کے اقدامات کرے گا مگر ہوا اس کے بالکل برعکس افغان عوام جو پہلے ہی افلاس کا شکار تھے ان کی قدرتی دولت کو روس نے خوب لوٹا مختلف قسم کے بہانے بنا کر افغانوں کو بے وقوف بناتا رہا۔ ان کو الو بناتا رہا اور اپنا الو سیدھا کرتا رہا ان کی ہی لوٹی ہی دولت سے اسلحہ تیار کر کے انہی کو تباہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کو اپنا ملک گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا اس طرح روس اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو گیا۔

وہ لوگ جو خود کو روس کا چہیتا سمجھتے ہیں اور جنہیں روس نے خرید کر اپنے ہی لوگوں (افغانوں کو افغانوں) کے خلاف استعمال کر رہا ہے وہ اس خوش فہمی میں

نہ رہیں کہ روس ان کو حق خود ارادی اور خوشحالی سے ہمکنار کرے گا ان کو خوب جان لینا چاہیئے کہ روس اپنا قبضہ مضبوط کرنے کے لیے انہی کی لاشوں کا پل بنائے گا اور کامیابی کے بعد سب کو ختم کر دے گا۔

دوسرے معاشی وسائل

قدرتی گیس تیل لوہا تانبا سونا یورینیم اور دیگر انواع و اقسام قیمتی دھاتوں کے علاوہ افغانستان زرعی طور پر بھی قدرت کے انعامات سے نوازا گیا ہے افغانستان کی زرعی اجناس بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں ہزاروں ٹن تازہ اور خشک میوہ جات تجارتی بنیادوں پر افغانستان سے ہندوستان، پاکستان اور روس کے علاوہ مغربی ممالک کو بھی برآمد کئے جاتے ہیں روسی مداخلت سے پہلے یہ تجارت زوروں پر تھی۔ اس کے علاوہ اس سے پیشتر روس کو محفوظ ڈبوں میں پھل برائے نام قیمت پر برآمد ہوتا تھا جسے روس چوگنی قیمت پر مغربی ممالک میں برآمد کرتا۔ مگر افغانستان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بعد میں یہی پھل پاکستان سے درآمد کرتا تھا

زراعت

علاوہ ازیں کپاس گندم اور اون افغانستان میں وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے افغانی کپاس دنیا کی بہترین قسم کی کوالٹی میں شمار کی جاتی ہے جسے روس عرصہ دراز سے للچائی ہوئی نظروں سے تاکتا رہا دوسری اجناس کے علاوہ اس کی کافی مقدار بھی روس کو برآمد کی جاتی رہی ہے۔

دریائے آمو (OX) کا پانی بجلی پیدا کرنے اور آب رسانی کے طور پر استعمال کرنے کے لیے بہت قیمتی سرمایہ ہے روس جو عرصہ دراز سے خوشحالی حاصل کرنے کے لیے افغان ذرائع اور وسائل کی تلاش اور ان کے حصول کے لیے کوشاں تھا۔ اب دریائے آمو اور افغانستان کے بے شمار آبی وسائل کو اپنے ترقیاتی مقاصد کے استعمال میں لا رہا ہے۔

روس تو افغانستان کو تر نوالہ سمجھ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی ملکیت بنا کر ہڑپ کر جانا چاہتا تھا لیکن اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ ہڈی بن کر اس کے حلق میں اٹک جائے گا۔
۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے اوائل میں جب روسیوں نے افغان قدرتی وسائل کا جائزہ لیا تو اپنے خیال سے زیادہ پایا۔ پہلے پہل تو وہ ان قدرتی وسائل پر قبضہ جمانے کے لیے رشوت اور دھمکیوں سے مدد لیتا رہا۔ جس میں وہ کسی حد تک کامیاب ہو گیا مگر افغانستان کے تھوڑے سے شمالی علاقے پر قبضہ اس کی تسکین کے لیے ناکافی تھا وہ تو پورا افغانستان ہڑپ کرنے کے درپے تھا۔ جس کے نتیجے میں اس نے شاہی خاندان کا تختہ الٹ دیا۔ اور دکھاوے کے لیے داؤد کو تخت نشین کر دیا تاکہ اپنے قدم مضبوطی سے جما سکے اور مزید اثر و رسوخ حاصل کر سکے۔

لیکن داؤد اس کے معیار پر پورا نہ اترا چنانچہ اس نے اپنے چہیتے ایجنٹوں نور محمد ترہ کئی اور حفیظ اللہ امین کو یکے بعد دیگرے تخت نشین کیا۔

داؤد تو اپنے انجام کو پہنچا مگر روس کب چاہتا ہے کہ اس کے ایجنٹ (زر خرید غلام) حاکم بن کر اس کی آنکھوں میں کھٹکتے رہیں۔

چنانچہ دونوں کو یکے بعد دیگرے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور مشہور کر دیا کہ باغیوں نے قتل کیا تھا اب افغان عوام کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اعلان جہاد کر دیا۔

روس نے ترہ کئی کے حکومت پر قابض ہونے کے ساتھ ہی اس سے اپیل کروائی کہ "وہ ہماری مدد کرے"، پھر حفیظ سے یہی اپیل کروائی مگر دنیا کو دکھلانے کے لیے اور یہ باور کرانے کے لیے کہ روس اپنی مرضی سے افغانستان میں لشکر کشی نہیں کر رہا بلکہ افغان لوگوں اور حکمرانوں کی اپیل پر مدد کو حاضر ہوا ہے دونوں اپیلوں پر آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی فوج اپنے ایجنٹوں کی مدد سے افغانستان میں داخل کرا دی۔ اور وہاں حشر برپا کر دیا اس کی تسلی پھر بھی نہ ہوئی چنانچہ اپنا مکمل تسلط جمانے کے لیے قتل و غارت وگری اور آتش زنی کا بازار گرم کر کے عوام کو ملک چھوڑنے

پر مجبور کر دیا۔ ساتھ ہی اس شورش سے فائدہ اٹھا کر امین کو بھی قتل کرا دیا جس کا سارا الزام مجاہدین کے سر تھوپ دیا۔ پھر اپنے ایک اور چہیتے ببرک کارمل کو ملک کا سربراہ بنا دیا جس پر روس کو یقین تھا کہ یہی صحیح نمائندہ ہے جو روس کے اشاروں پر ناچے گا۔ ایسا وفادار فرمانروا جس نے مسلمانوں کے گھروں دیہاتوں اور شہروں کو نذر آتش اور ملبے کے ڈھیروں میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ببرک نے اپنے آقاؤں کے اشاروں پر افغانستان میں اپنے ایجنٹوں کی مدد سے بلوے شروع کرائے اور روسی فوج کی مداخلت کا موقع فراہم کیا۔

روسی فوج کمیونسٹوں کی مدد کے لیے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو زندہ درگور کر دیا اور اور باقی ماندہ لوگوں کو گھر بار ملک چھوڑنے پر مجبور کیا اور یہ نہتے مجبور افغان پاکستان اور ایران میں پناہ گزین ہوئے جن کی تعداد لاکھوں میں ہے اسی دوران ہزاروں بچوں اور عورتوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا ان کے گھروں کو آتشکدہ میں تبدیل کر دیا ساری املاک جلا ڈالیں عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ لاکھوں بے گناہ دیہاتیوں اور شہریوں کو قتل کیا اور گھروں سے نکال دیا۔ آخر ان کا کیا قصور تھا؟ یہی نا کہ یہ سچے مسلمان اسلام کے شیدائی ہیں اور بس۔ لیکن وہ لوگ جو روس نواز کمیونسٹ بن چکے ہیں کیا وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان کے اسلام سے منحرف ہو جانے کے بعد مستقبل محفوظ ہو گیا ہے؟ کیا روس افغانستان کے سارے قدرتی وسائل ان کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے گا؟ ایسے لوگوں کو بخارا اور بنگلہ دیش سے سبق لینا چاہیئے کیا بخارا مسلمانوں کا ملک نہیں تھا روس نے اس کو کس طرح ہڑپ کیا؟ بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو کتنی ترقی دی گئی ہے؟ وہاں کے لوگ کس قدر خوشحال ہیں؟ بخارا کے مظلوم لوگوں میں روس نواز کمیونسٹوں کا اور ان کے پٹھوؤں کا شمار نہ کیا جائے۔ تو مجموعی طور پر مسلمان کس کس مپرسی کی حالت میں گزر اوقات کر رہے ہیں ان حالات کو مدنظر رکھ کر مشرقی پاکستان کے واقعہ کو دیکھئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی ابھی تیرہ (۱۳) سال ہی گزرے نہیں ابھی تک زخم تازہ ہے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کیوں بنایا گیا؟

محض اس لیے کہ پاکستان کو توڑ کر کمزور کر دیا جائے ۔ اور مجموعی طور پر مسلمان ایک قوت بن کر کمیونسٹوں کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں (RAW) جو کہ ہندوستان کا اہم خفیہ ادارہ ہے روسی ادارے (KGB) کے جی بی کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہے ۔ (RAW) را کے جی بی (KGB) کی ایسی ہی ایک خطرناک شاخ ہے جو ہندوستان میں پاکستان کے خلاف سرگرم عمل ہے ایسی ایک شاخ (KHAD) خاد کے نام سے افغانستان میں افغان مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہے روس کی ہمیشہ سے یہی پالیسی رہی ہے کہ مسلمانوں کو کمزور کر کے ان کو یا تو آپس میں لڑا کر یا پڑوسی ملکوں سے جنگ کرا کے ان کی معیشت کو تباہ و برباد کیا جائے مگر اس کو یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ کے شیر بیدار ہو چکے ہیں اللہ کے سپاہیوں کو وہ کبھی بھی اپنا دست نگر نہیں بنا سکے گا ۔ افغان مجاہدین کا اپنے اللہ واحد قہار پر مکمل ایمان اور بھروسہ ہے اور وہ سر بکفن میدان میں نکل آئے ہیں انشاء اللہ العزیز اپنے دشمن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیں گے اور اپنے وطن عزیز کو ناپاک کمیونسٹوں سے چھڑا کر ہی دم لیں گے اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو ۔ آمین کیا روس خود کو انگریزوں سے زیادہ چالاک اور عقلمند سمجھتا ہے شاید اس کو

یہ یاد نہیں رہا کہ اس نے کس ناقابل تسخیر قوم پر حملہ کر دیا ہے وہ بین الاقوامی سطح پر جارح اور مجرم بن چکا ہے ۔ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑے گا کیا اس کو نہیں معلوم کہ ہمارے اللہ عزوجل نے چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو کتنے بڑے بم بنا کر ہاتھیوں کو تباہ و برباد کیا ۔ کیا ہوا اگر مسلمان اپنی راہ سے بھٹک گئے ہیں تو کیا ہوا مگر جیسے بھی ہیں اور جس حال میں ہیں ہمیشہ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ۔

عراق تاریخ کے آئینے میں

عراق ۶۳۴ء میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زیر سرکردگی عراق فتح ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنا دارالخلافہ کوفہ عراق میں بنایا اور عراق ہی میں شہادت پائی۔ عراق کی سرزمین نہ جانے کب سے خون کی پیاسی ہے حضرت علی علیہ السلام کے خون سے اس کی پیاس نہ بجھی حضرت امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے خون سے بھی اس کی پیاس کم نہ ہوئی۔

مختار ثقفی سے عبدالکریم قاسم تک کتنے سر ان نے حکمرانی کی اور پھر وہی خاک و خون میں لوٹتے نظر آئے اس سرزمین نے بنو امیہ اور عباسی حکومتوں کی بہاریں لوٹی ہیں ہلاکو اور تیمور لنگ نے سرزمین عراق میں اپنی تلواروں کے جوہر دکھائے اور خون کے دریا بہائے۔

۱۹۱۸ء میں برطانیہ نے شریف مکہ کے بیٹے امیر فیصل کو ترکوں سے غداری کرنے کے صلے میں عراق کا بادشاہ بنادیا اس طرح انگریز حکومت کے زیر اثر امیر فیصل نے اپنی حکومت قائم کی مگر اہل عراق کو انگریز کا اثر ناگوار گزرا اور انھوں نے بغاوت شروع کردی جس میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔

اہل عراق کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے جون ۱۹۲۴ء میں عراق کے لیے ایک معاہدہ تسلیم کیا گیا جس کی رو سے عراق کی مجوزہ آئین ساز مجلس کے دو

مشرقِ وسطیٰ

اور

افغانستان

روسی سامراج کے پھندے میں

ایوان مقرر ہوئے ۔

۱ : ۔ مجلس الاعیان یعنی ایوان بالا ۔

۲ : ۔ مجلس النواب یعنی ایوان زیریں ۔

ایوان بالا کے ۳۸ ممبر تھے جو تمام کے تمام نامزد ہوتے تھے ایوان زیریں کے ۱۴۱ ممبر تھے جنہیں عوام منتخب کرتے تھے اس آئین کی رو سے عراق پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ۱۹۲۵ء میں ہوا اہل عراق اس نمائشی کھلونے سے مطمئن نہ ہوئے انہوں نے ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۰ء تک آزادی کے حصول کی بڑی کوشش کی ۔ واقعات کے رخ کے مطابق برطانیہ نے ۲۷ - ۱۹۲۶ء میں مالیاتی اور فوجی معاملات میں اپنی نگرانی کو کافی ڈھیلا کر دیا ۔

۳۰ جون ۱۹۳۰ء کو برطانوی ہائی کمشنر اور عراق کے وزیر خارجہ نوری السعید نے ایک باہمی اینگلو عراق معاہدہ مرتب کیا جس کی رو سے برطانیہ نے جنگ کے ایام میں عراق کے دفاع کا ذمہ لیا اس کے عوض برطانیہ کو عراق میں ہوائی مستقر تعمیر کرنے اور ان کی حفاظت کے لیے تھوڑی سی انگریزی فوج رکھنے کی اجازت دی گئی طرفین اس بات پر رضامند ہوئے کہ ضروری امور میں حکومت کو مشورہ دینے کی غرض سے بعض انگریز مشیر رکھے جائیں گے اور عراقیوں کی فوجی تربیت اور ملک کے لیے اسلحہ کی فراہمی کے فرائض بھی برطانیہ کے ذمہ ہوں گے ۔ اس معاہدہ کی رو سے برطانیہ نے اپنی حکمداری ختم کر کے عراق کو ۱۹۳۲ء میں آزاد ریاست تسلیم کر لیا اور یہ ملک لیگ آف نیشنز کا ممبر بن گیا ۔

عراق کے فرماں روا فیصل اول کا اکتوبر ۱۹۳۳ء میں انتقال ہو گیا اور اس کے پسر شاہ غازی نے عنان حکومت سنبھال لی ۔

۴ اپریل ۱۹۳۹ء میں وہ ایک اچانک حادثے میں مرگ ناگہانی کا شکار ہو گئے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا فیصل دوم تخت نشین ہوا جس کی تعلیم و تربیت برطانیہ میں ہوئی تھی ۔ چونکہ وہ ابھی کم سن تھا اس لیے اس کے ماموں امیر عبداللہ بن علی بن شریف حسین کو نائب السلطنت تسلیم کیا گیا ۔

عالمگیر جنگ دوم میں ایک عراقی لیڈر راشد علی گیلانی نے محوری طاقتوں سے

ہمدردی کا اظہار کیا جس پر انگریزوں نے راشد علی کی طاقت کو توڑ کر عراق پر قبضہ کر لیا جنگ کے خاتمے پر برطانیہ نے اپنی فوجیں عراق سے واپس بلالیں۔ اور عراق پھر آزاد ہو گیا نئی عراقی حکومت نے زراعت اور تعلیم کو ترقی دی۔ رعایا کو طبی سہولتیں مہیا کیں ۱۹۵۲ء میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ جاری ہوا اور ۱۹۵۵ء میں تیل کی رائلٹی پانچ کروڑ ۹۰ لاکھ تک پہنچ گئی۔

اسی سال یعنی ۱۹۵۵ء میں عراق بغداد پیکٹ میں شامل ہوا لیکن برطانوی اثر و نفوذ اور بغداد پیکٹ میں شمولیت سے عراق کا شاہی خاندان غیر ہر دلعزیز ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں ایک فوجی گروہ نے عبدالکریم قاسم کی قیادت میں انقلاب برپا کر کے شاہی خاندان کے تمام افراد اور برطانوی اثر کا قلع قمع کر دیا۔ اور عراق نے جمہوری طرز حکومت اختیار کر لی۔ جدید جمہوری حکومت نے برطانیہ اور امریکہ سے ثقافتی معاہدے کئے جن کی رو سے طلباء اور اساتذہ کا باہمی تبادلہ ہوا کمیونسٹوں کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کی گئی گویا اے آر کے ساتھ تعلقات کشیدہ ہو گئے اس پر بعث پارٹی کے سر پھرے جوانوں نے ۱۹۵۹ء میں عبدالکریم قاسم پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔

اس وقت عراق اپنے داخلی و خارجی معاملات میں بیرونی طاقتوں کے اثر سے نسبتاً آزاد تھا پاکستان سے بھی اس کے تعلقات اچھے تھے۔

مملکت عراق کی تشکیل عرب کے عیسائی دانشوروں اور دنیا بھر کے عیسائی مشنری اداروں نے عالم اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے عرب قومیت کی جس تحریک کا آغاز انیسویں صدی میں کیا تھا برطانیہ اور فرانس کی عیسائی حکومتوں کی کوششوں سے وہ تحریک جلد ہی ایک بڑی قوت بن گئی اور جب اتحادی طاقتوں نے عرب لیڈروں کو حکمرانی کے سبز باغ دکھائے تو اس قوت کا رخ خود بخود مرکز خلافت کی جانب مڑ گیا عربوں اور ترکوں کا یہ باہمی تصادم

بالآخر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر منتج ہوا۔ لیکن یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ عرب لیڈروں اور عوام نے جس متحدہ عرب مملکت کی خاطر ترکوں سے لڑائی مول لی اور اسلام کی بجائے عرب قومیت کو اختیار کیا وہ متحدہ عرب مملکت بھی قائم نہ ہو سکی۔ اور پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد شام اور لبنان پر فرانس نے اور عراق اور فلسطین پر برطانیہ نے اپنا تسلط جما لیا۔ اس مرحلہ سے عراق کی جدید تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد مارچ ۱۹۲۰ء میں عراق کے عرب لیڈروں نے دمشق میں اپنے ایک اجلاس میں آزادی کی قرارداد منظور کی اور شریف مکہ کے صاحبزادے امیر عبداللہ کو عراق کا حکمران چن لیا اور ساتھ ہی یہ طے پایا کہ عراق میں حکومت کی بنیاد عدم مرکزیت پر ہو گی۔ کیونکہ عربوں کو اس مسئلہ پر ترکوں سے بنیادی اختلاف تھا۔

لیکن اتحادی طاقتوں فرانس اور برطانیہ نے عربوں کی آزادی سے متعلق تمام وعدے پس پشت ڈال کر عرب لیڈروں کے اعلان آزادی کو مسترد کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ عراق برطانیہ کے زیر انتظام رہے گا اتحادی سپریم کونسل کے اس فیصلے کا باقاعدہ اعلان ۵ مئی ۱۹۲۰ء کو کیا گیا اور اسی روز سے اتحادی طاقتوں پر سے عربوں کا اعتماد ختم ہو گیا۔

عراق میں برطانیہ کو اس مرحلہ پر بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور جون ۱۹۲۰ء کے اواخر میں فرات کے قبائلی عربوں نے برطانیہ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی جولائی سے اکتوبر تک اس جنگ کے دوران ایک محتاط اندازے کے مطابق کوئی دس ہزار افراد ہلاک و زخمی ہوئے عرب شہداء کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ تھی جبکہ برطانیہ کے چار سو سے زیادہ سپاہی ہلاک اور ۱۸ سو کے قریب زخمی ہوئے برطانیہ کو اس صورت حال پر قابو پانے میں ۴ کروڑ پاؤنڈ خرچ کرنا پڑے اور یہ رقم اس رقم سے تین گنا تھی جو برطانیہ نے ترکوں کے خلاف صف آرا

کرنے کے لیے اسلحہ اور نقد وسونے کی شکل میں خرچ کی تھی ملک کے وسائل آمدنی اور املاک کا نقصان ناقابل شمار تھا۔

اس جنگ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں عراق کے شیعوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا شیعہ عراق کی آبادی میں آج بھی اکثریت میں ہیں جنگ کے دوران نجف اور کربلا میں شیعہ علماء نے باقاعدہ اعلان جہاد کر دیا تھا۔ اس موقع پر برطانیہ کی عملداری صرف بغداد بصرہ اور موصل کی برطانوی چھاؤنیوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اگرچہ برطانوی افواج نے اپنی طاقت کے بل پر اس جہاد کو ناکام بنا دیا لیکن عراق کے عوام اس کے بعد برطانیہ کو کبھی معاف نہیں کیا اور عرب کی استعماری اقوام سے ان کی نفرت بڑھ ہی گئی۔

اتحاد اسلامی کے مقابلے میں عرب قومیت کا نعرہ بلند کر کے اور ترکوں کے خلاف اتحادی قوتوں کا ساتھ دینے کے بعد عراق عربوں کو استعماری قوتوں کی دوستی کا یہ دوسرا تجربہ حاصل ہوا۔

برطانیہ نے عربوں کو قابو میں رکھنے کے لیے ۲۳ اگست ۱۹۲۱ء کو شاہ فیصل کو جنہیں فرانسیسیوں نے دمشق سے نکال دیا تھا۔ عراق کا حکمران نامزد کر دیا لیکن اس کے باوجود عراق کو برطانوی انتظام سے نجات اور مکمل آزادی حاصل کرنے میں بارہ برس لگ گئے ۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو عراق کو خود مختار مملکت کی حیثیت سے جمعیّت اقوام عالم کا رکن منتخب کیا گیا اور اس کے گیارہ ماہ بعد ۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کو شاہ فیصل کا انتقال ہو گیا۔

شاہ فیصل کی موت کے ساتھ ہی عرب تاریخ کا وہ باب ختم ہوتا ہے جس کے ایک ایک ورق پر عربوں کی سادہ لوحی اور اقوام مغرب کی مکاری وعیاری کی داستانیں درج تھیں انگریزوں نے اپنے فریب کا آغاز فیصل کے والد شریف مکّہ سے متحدہ عرب مملکت کی بادشاہت دینے کا وعدہ کر کے کیا تھا شریف مکّہ اور پھر اس کے بیٹے فیصل کی نسل دراصل عربوں کی وہ نسل تھی جس نے میکیاولی سیاست کا عریاں

ناچ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان دونوں نسلوں نے عرب قوم پرستی کی تحریک چلائی تھی اور اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیا تھا۔ انہیں نہ صرف یہ کہ مطلوبہ آزادی اور موعودہ عرب مملکت حاصل نہ ہوئی بلکہ شرق اوسط کی عرب آبادی ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ٹکڑے کر دی گئی اور فلسطین کے سینے میں صیہونیت کا خنجر اس پر مستزاد تھا۔
یہی وہ دور تھا جب دنیا ازمنۂ وسطیٰ کو خیرباد کہہ کر دورِ جدید کے علوم و فنون کی دنیا میں داخل ہو رہی تھی۔ ان دو نسلوں کے تجربات نے عرب نوجوانوں کو خالص قوم اور نسل پرستی کے فریب سے چوکنا کر دیا تھا۔ اب وہ اپنی ترقی کے لیے کسی اور نظریہ حیات کی تلاش میں تھے اور اس موقع پر عالمِ عرب میں جو ذہنی خلا پیدا ہوا تھا۔ اسے اشتراکیت اور اشتمالیت نے آگے بڑھ کر پر کر کیونکہ یہی اس نظریہ کے شباب کا دور تھا۔

شرق اوسط میں اشتراکیت کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں اس وقت پڑی تھی۔ جب تین پراسرار آدمیوں یوسف روز۔ نہال حسنی العربی اور انٹیسن مورورن نے اسکندریہ میں ملاقات کی تھی دوسری جنگِ عظیم کے دوران کمیونسٹوں نے مصر میں اپنے سٹڈی سرکل قائم کئے اور اب شرق اوسط کے ہر ملک میں کمیونسٹ پارٹی کی مضبوط شاخیں قائم ہیں چونکہ بیشتر ممالک میں کمیونسٹوں پر بظاہر پابندیاں ہیں۔ اس لیے ان کی تمام تر سرگرمیاں زیرِ زمین ہیں۔ اور اسی لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ کس ملک میں کمیونسٹ پارٹی کتنی مضبوط ہے

کمیونسٹ پارٹی کے قیام کے ٹھیک ۲۰ سال بعد شام کے ایک عیسائی میشل عفلق نے اشتراکیت اور عرب قومیت دونوں کے اجزاء پر مشتمل بعث پارٹی کی بنیاد رکھی عفلق خود بھی ابتداء میں کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ تھا۔ لیکن شاید اس کی عیسائی مذہب پسندی اور عرب نسل پرستی برداشت نہ کر سکی۔ اور اس نے کمیونزم کے مقابلے میں کہیں زیادہ کامیابی حاصل کی ایک طرف تو عالمِ عرب میں یہ ذہنی اور فکری تحریکیں چل رہی تھیں دوسری جانب ملوکیت جاگیرداری اور

کوتاہ نظر حکمرانوں نے بلا استثناء ہر عرب ملک میں شدید سیاسی بے چینی اور اقتصادی بدحالی پیدا کر رکھی تھی مصر کو فاروق جیسا بادشاہ ملا۔ اور عراق کو نوری السعید جیسا وزیر اعظم جن کی انگلیاں عوام کی نبضوں تک کبھی نہ پہنچ سکیں یہ حکمران ہر فیصلہ میں عوام کو نظرانداز کرتے رہے۔

نوری السعید عراق کی بہت سی مصیبتوں کا ذمہ دار نوری سعید تھا جو تیس ۳۰ سال تک عراق کا مرد آہن بنا رہا۔ ۱۶ مرتبہ ملک کا وزیر بنا لیکن کبھی بھی عوام کی خواہشات کا احترام نہ کر سکا۔ عراق کے عوام کو برطانوی حکمرانوں سے دلی نفرت تھی۔ لیکن نوری سعید نے عوام کو اعتماد میں لیے بغیر ہمیشہ برطانوی پالیسیوں کی تائید کی اس کا آخری کارنامہ بغداد پیکٹ کی تکمیل تھا اس میں برطانیہ اور ترکی بھی شامل تھے جن کی عرب مسلسل مخالفت کرتے رہے ہیں۔

مصر کے صدر ناصر کو یہ شکایت تھی کہ مغربی اقوام نے مصر کو معاہدہ میں شرکت کی دعوت نہ دیکر مصر کی توہین کی ہے لہذا مصر نے اس کو سامراجی ہتھکنڈہ قرار دے دیا۔ اور پھر جگہ جگہ اس کے خلاف شورش اٹھنے لگی نوری سعید نے حسب عادت تعلیمی ادارے بند کر دیئے۔ جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی مخالف اخبارات کو خاموش کر دیا اسے اپنی فوج اور پولیس پر بے حد اعتماد تھا اپنی موت سے صرف چند یوم قبل قبل تک وہ پولیس کو جدید اسلحہ سے لیس کرنے کے لیے امریکہ سے مدد مانگ رہے تھے یہ بات بھی نہیں تھی کہ نوری کی اس پالیسی کے خلاف سنجیدہ حلقوں نے احتجاج نہ کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے خونی انقلاب سے کوئی ۲۰ سال قبل عراق کے تمام سیاسی غیر سیاسی، دینی اور ادبی زعماء نے والئی عراق شاہ فیصل کو ایک مشترکہ یادداشت پیش کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ نوری وزارت نے عوام کے حقوق پامال کر رکھے ہیں شہری آزادیاں ختم کر دی گئی ہیں۔ سیاسی زندگی معطل ہے جلسہ جلوس پر پابندی ہے پریس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے اور نوری وزارت کو برطرف کیا جائے

"یہ ایک نہایت اہم وطنی اور ملی تقاضہ ہے"، لیکن نوری پر اس مطالبہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

انقلاب ۱۹۵۸ء

پھر ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کی وہ خونیں صبح آئی جب جنرل عبدالکریم قاسم نے فوج کی مدد سے نوری السعید کی حکومت کا تختہ الٹ دیا عراق کا یہ مرد آہن مشرق اوسط میں برطانیہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد مسلمان لیڈر تھا۔ برقعہ اوڑھ کر بھاگ نکلا لیکن عوام کی نگاہوں سے بچ نہ سکا پھر اس کی لاش بغداد کی گلیوں میں گھسیٹی گئی بے گناہ شاہی خاندان بھی نوری کی غلطیوں کا شکار ہوا اور "زعیم عظیم جنرل عبدالکریم" کے حکم پر شاہی خاندان کے بچوں اور عورتوں کو بھی گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔

ملوکیت کا تخت الٹنے کے بعد آمریت کا تخت بچھا اور عراقی عوام جو آزادیٔ اظہار چھن جانے کے سبب نوری سے نفرت کرتے تھے "زعیم عظیم" کے دور میں زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم ہو گئے۔

عبدالکریم قاسم

انقلاب کے بعد نئی حکومت کا پہلا کارنامہ عوامی عدالتوں کا قیام تھا فوج کے ایک متعصب کمیونسٹ کرنل فاضل عباس مہداوی اس کے صدر بنائے گئے۔ لیکن حقیقتاً وہ صدر قاسم کے جلاد ثابت ہوئے اس عدالت نے تقریباً سو افراد کو سرسری سماعت کے بعد موت اور عمر قید جیسی سنگین سزائیں سنا دیں اور ان سزاؤں پر عمل درآمد بھی ہو گیا فوجی انقلاب کے پس پشت چونکہ کوئی فکری نظریہ یا ٹھوس اور جامع منصوبہ نہیں تھا بلکہ یہ انقلاب دراصل جوش و غضب سے مغلوب افسروں کی انتقامی کارروائی تھی۔ اس لیے عنان اقتدار سنبھالتے ہی انقلاب کے داعیوں میں پھوٹ پڑ گئی کمیونسٹ عناصر ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانا خوب جانتے ہیں۔ بلکہ ان کی تمام تر کامیابی ہی دراصل انقلابی تکنیک کی رہین منت ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے ایک جانب تو عوامی عدالتوں پر قبضہ کیا تاکہ عوام پر اپنا اثر اور رعب قائم کر سکیں اور دوسری جانب عبدالکریم قاسم کے گرد

گھیرا ڈال سکیں کیونکہ جہاں صدر قاسم کو چند حامیوں کی ضرورت تھی وہیں کیمونسٹوں کو بھی ان جیسے صاحب اختیار حکمرانوں کی پشت پناہی درکار تھی۔ تاکہ کیمونسٹ اسلام پسندوں کو آگے بڑھنے سے روک سکیں اور قاسم کے پردے میں خود حکومت کریں اس صورت حال نے فوج کے اسلام پسند افسروں نجیب الرباعی ناظم طبقجلی اور رفعت سہرتی کو چوکنا کر دیا۔ اور انہوں نے نائب صدر عبدالسلام عارف سے مطالبہ کرنا شروع کیا کہ حکومت سے کیمونسٹوں کو نکال دیا جائے اس موقع پر عبدالسلام عارف نے بنیادی غلطی کی اور انہوں نے اسلام پسند عناصر کو اعتماد میں لینے کی بجائے صدر ناصر کے حامی قوم پرست اور بعثی عناصر سے پینگیں بڑھانی شروع کر دیں کیمونسٹوں کی اس بات کا پورا احساس تھا کہ نائب صدر عبدالسلام عارف اسلام پسند اور معتدل مزاج آدمی ہے اور یہ کیمونسٹوں کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔

لہٰذا انہوں نے عبدالکریم قاسم کے ایک دوست اور دست راست وصفی طاہر کو آلۂ کار بنایا اور اس کے ذریعے بالا ہی بالا صدر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ کہ عارف جوابی انقلاب کی تیاریاں کر رہا ہے اور اگر اس کا بندوبست نہ کیا گیا تو انقلاب کے مقاصد خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کریم قاسم جلد ہی عبدالسلام عارف سے بدظن ہو گیا اور اسے سفیر بنا کر بون بھیج دیا اس موقع پر صدر عارف اگر ناصر کے حامی قوم پرستوں پر بعثیوں کے بجائے اسلام پسند عناصر کو اعتماد میں لیتے تو شاید آج عراق کی تاریخ مختلف ہوتی۔

عارف کے بغداد سے ہٹتے ہی کیمونسٹوں کو اور کھل کھیلنے کا موقعہ ملا اور انہوں نے صدر کریم قاسم کو بالکل مٹھی میں لے لیا اور جلد ہی عارف کو بون سے واپس بلا کر ملک کی فوجی عدالت میں پیش ہونے پر مجبور کر دیا جہاں سے اسے سزائے موت سنا دی گئی تاہم صدر قاسم نے پرانے تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے عارف کی سزائے موت عمر قید میں بدل دی۔

اس طرح اپنی راہ سے آخری کانٹا ہٹانے کے بعد کیمونسٹ عراق کے

بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھے مذہب اسلام کے خلاف پورے ملک میں پراپیگنڈے کا طوفان آگیا کیمونسٹ نے ایک کتاب شائع کی۔ "اللہ فی قفص الاتھام" (خدا مجرموں کے کٹہرے میں) نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اس میں خدا قرآن اور رسول عربی کا جی بھر کر مذاق اڑایا گیا۔ زمینداریوں کی بلا معاوضہ تنسیخ و تحدید کے احکام جاری ہوئے صنعتی ادارے بلا معاوضہ ضبط کر لیے گئے اسی کے ساتھ ساتھ بعث قوم پرستوں اور صدر ناصر کے حامیوں کا بھی قافیہ تنگ کر دیا گیا قاہرہ ریڈیو صدر قاسم کو دن بھر برا بھلا کہتا اور انہیں قاسم العراق (عراق کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والا) کہہ کر پکارتا۔ دوسری طرف بغداد ریڈیو صدر ناصر کو ناصر الاستعمار (سامراج کا مددگار) کہا کرتا تھا یہ صورت حال زیادہ دن تک صدر ناصر کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ عرب قوم پرستوں اور بعث کے کارکنوں نے مل کر انقلاب کا منصوبہ بنا لیا۔ عراقی فوج ایک اعلیٰ افسر کرنل شواف کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا اور موصل اس کا مرکز بنایا گیا مارچ ۱۹۵۹ء کو ایک تاریک رات کو بغاوت کا آغاز ہوا مگر کیمونسٹ ایسی سازشوں میں بعثی کارکنوں کے استاد تھے چنانچہ انہوں نے پہلے ہی خطرہ کی بو سونگھ لی تھی اور جیسے ہی پہلی گولی چلی کریم قاسم نے بڑی چابکدستی سے انقلابیوں کو بے بس کر دیا شواف اور اس کے ساتھی پکڑے گئے پابہ زنجیر فوجی عدالتوں میں لائے گئے جہاں انہوں نے خود یا کیمونسٹوں سے معافی کے وعدہ کے باعث اپنے جرم کا اقبال کر لیا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ سازش کا اصل بانی ناظم طبقجلی ہے اس بیان سے کیمونسٹوں نے ایک تیر سے دو شکار مارے۔ شواف ہمیشہ کے لیے معتوب قرار پایا لیکن اس کی زندگی بچ گئی البتہ عراق میں فوج اور شہریوں کے دیندار طبقہ پر کیمونسٹوں کا غضب ٹوٹ پڑا ناظم طبقجلی اور رفعت سری بغاوت کے الزام میں کرنل فاضل مہداوی کی عدالت میں پیش ہوئے جہاں انہیں اور سترہ دوسرے اعلیٰ فوجی افسروں کو بغاوت کے الزام میں سزائے موت دی گئی اور اس پر فوراً عمل بھی ہو گیا۔ اس کے بعد حکومت

کی شہ پاکر کیمونسٹ غنڈے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے چھوٹے موٹے قصبوں اور دیہاتوں کا ذکر ہی کیا کرکوک موصل اور بغداد جیسے بڑے شہروں میں دیندار مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہو گئی۔ عوامی عدالتوں سے عورتوں اور بچوں کو بھی تازیانے لگانے کی سزائیں دی جاتیں موصل عدالت کا سربراہ عبدالرحمن قصاب پکا کیمونسٹ اور خصلت کے لحاظ سے بھی واقعی قصاب تھا کریم قاسم کا خصوصی رفیق وصفی طاہر ٹیلی فون پر بار بار کیمونسٹوں سے پوچھتا تم نے فلاں کو مارا یا نہیں فلاں کو بازار میں گھسیٹا یا یا نہیں مذہبی علماء اور دیندار مسلمان گھر انے خاص طور پر ان مظالم کا نشانہ بنے بڑے بڑے علماء دین ہجرت کر کے پڑوسی ممالک میں چلے گئے حتیٰ کہ ترکی کے دور خلافت کے قاضی القضاہ شیخ امجد زہادی مدینہ منورہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

قدرت کا انتقام

لیکن کیمونسٹ اور سوشلسٹ قدرت کے انتقام سے نہ بچ سکے موصل اور کرکوک کے قتل عام نے پورے ملک میں آگ لگا دی عوام جان ہتھیلی پر لے کر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے کریم قاسم نے پہلے تو کیمونسٹوں اور ہتھیاروں کے بل پر عوام کی بغاوت کو دبانے کی کوشش کی لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ کیمونسٹ خود اس کے زوال کے سبب بن گئے ہیں تو اچانک اس نے بھی خود غرض آمران مطلق کی طرح ان سے آنکھیں پھیر لیں اور کیمونسٹوں کے خلاف بیان دینے شروع کر دیئے اور موصل اور کرکوک کے واقعات کی تمام ذمہ داری کیمونسٹوں پر ڈال دی۔ اب عوامی انتقام کا نشانہ کیمونسٹ بن رہے ہیں تو ان سے زیادہ بزدل کوئی ثابت نہ ہوا مسلمانوں نے کلمہ پڑھتے ہوئے جانیں دی تھیں لیکن کیمونسٹ جان بخشی کی اپیل کرتے ہوئے مارے گئے موصل اور کرکوک میں مفرور کیمونسٹ سہمے ہوئے کتوں کی طرح پناہ ڈھونڈ رہے تھے ۲۰ ، ۳ بڑے بڑے کیمونسٹ موصل اور کرکوک میں مارے گئے اور باقی نے بغداد بھاگ کر جان بچائی۔

کتاب کا نام　　مشرق وسطیٰ اور افغانستان روسی سامراج کے پھندے میں

مصنف　　موسیٰ خان جلالزی

حالات کا نیا رُخ اب عبدالکریم قاسم نے کیمونزم سے قطع تعلق کر کے قوم پرستوں اور بعثیوں سے رشتہ قائم کیا کابینہ میں قوم پرست شامل کر لئے گئے اور صدر مملکت میلاد النبیؐ کے جلوسوں میں شرکت کرنے لگے فروری ۱۹۶۰ء سے ملک میں پھر سیاسی چہل پہل شروع ہوگئی کئی نئے سرکاری اخبارات جاری ہوئے جنھوں نے کیمونسٹوں کا خوب کچھا چٹھا کھولا۔ جماعت سازی کا قانون جاری ہوا تو کئی سیاسی پارٹیاں قائم ہوگئیں کردوں اور بعثیوں نے اپنی نئی پارٹیاں قائم کر لیں۔ لیکن جب اسلام پسندوں نے "الحزب الاسلامی" کے نام سے اپنی جماعت قائم کرنی چاہی تو حکومت نے عدالتی فیصلہ کے بغیر اجازت نہ دی اسلامی پارٹی کی راہ میں جب روڑے اٹکائے گئے تو بعث پارٹی مستحکم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ بعث پارٹی نے انقلاب کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ایک روز بغداد کے ایک چوک میں کریم قاسم پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن وہ بچ گیا تاہم وہ زخمی ہوا اور ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اس کے بعد مغلوب کیمونسٹوں نے سابقہ جوش و خروش تو نہیں دکھایا لیکن عوام و فوج میں ان کے خلاف سخت نفرت تھی اس لیے قوم پرستوں اور بعث کے کارکنوں نے ایک دفعہ پھر انقلاب کا منصوبہ بنایا جو کامیاب رہا اور قاسم کا تختہ الٹ دیا گیا۔

عبدالسلام عارف کا دورہ قاسم کی کیمونسٹ حکومت کے خاتمہ کے بعد جب صدر عبدالسلام عارف برسر اقتدار آئے تو جنرل احمد حسن البکر ان کے وزیراعظم مقرر ہوئے صدر عارف شریف مزاج اعتدال پسند اور مذہبی آدمی تھا لیکن ان میں کیمونسٹوں یا بعث پارٹی کے کارکنوں کی طرح تن من دھن لٹا کر اسلام کے لیے کام کرنے کا جذبہ نہ تھا اپنی اس کمزوری کے باوجود وہ عراقی عوام میں پسند کئے جاتے تھے۔ ذاتی زندگی میں وہ بڑے پاک صاف اور مذہبی انسان تھے ان کی یہی مذہب پسندی بعث پارٹی کی نگاہ میں ان کے سب سے بڑی نالائقی قرار پائی اور قاسم کا تختہ الٹنے

کے صرف نو ماہ بعد صدر عارف کے خلاف وزیر اعظم البکر کی بعث پارٹی نے مسلح بغاوت کر دی بعض فوجی دستوں نے صدر کے محل پر بمباری شروع کر دی اور ملک بھر میں صدر کی وفادار سرکاری فوج اور بعض فوجی افسروں کی زیر کمان فوجی دستوں میں خونریز جھڑپیں شروع ہو گئیں لیکن بعث پارٹی نے حالات کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ چنانچہ اس جنگ میں بعثیوں کو شکست ہوئی پارٹی کے رہنما علی صالح السعدی اپنے ساتھیوں سمیت ملک سے فرار ہو کر اسپین کے دارالحکومت میڈرڈ جا پہنچے حالات پر قابو پانے کے بعد صدر عارف نے بعث پارٹی کے رکن وزیر اعظم احمد حسن البکر کو ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو برطرف کر دیا۔ اور ملک میں اعتدال پسند وزارت قائم کر لی۔

عراق میں سازشوں اور ناکام فوجی انقلابوں کا سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہا بعثیوں کا زور ٹوٹنے کے بعد مصر کے صدر ناصر کے حامیوں نے عراق میں فوجی انقلاب برپا کرنے کی کئی ایک خفیہ و اعلانیہ کوششیں کیں ایسی ہی ایک کوشش ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھی کی گئی اس موقع پر صدر عبدالسلام عارف مراکش کے دورہ پر گئے ہوئے تھے۔

برطانوی خبر ایجنسی رائٹر نے اس موقع پر قاہرہ سے خبر دی تھی کہ معتبر ذرائع کی اطلاع کے مطابق صدر عارف کے بھائی میجر جنرل عبدالرحمن عارف نے کل عراق میں مصر کے حامی افسروں کی حکومت کے خلاف بغاوت کی کوشش ناکام بنا دی۔ صدر عارف اس وقت مراکش میں عرب سربراہوں کی کانفرنس میں شرکت کر رہے تھے وزیر اعظم بریگیڈیئر عارف عبدالرزاق اپنی اہلیہ کے ہمراہ اچانک قاہرہ پہنچ گئے انہیں وزارت عظمیٰ سنبھالتے ہوئے ابھی دس روز ہوئے ہیں بتایا گیا ہے کہ سازش کے سرغنہ بریگیڈیئر زراق تھے جنہیں عراق کی ہوائی فوج کے بعض افسروں کی بھی حمایت حاصل تھی۔ باغیوں نے دریائے دجلہ کے کنارے ریڈیو اسٹیشن پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ ان کے خلاف کارروائی صدر عبدالسلام عارف کے بھائی میجر جنرل عارف عبدالرزاق نے کی۔ جو فوج کے چیف آف سٹاف بھی ہیں باغیوں

کے ٹینکوں پر قبضہ کر لیا گیا بریگیڈیئر رزاق خاص فوجی طیارے کے ذریعے بغداد سے قاہرہ پہنچ گئے باغی اور مفرور وزیر اعظم بریگیڈیئر رزاق نے ۵ ستمبر کو اپنے عہدہ کا حلف لیا تھا ان کے تقرر کے ذریعے صدر عارف صرف قاہرہ کو مطمئن کرنا چاہتے تھے کیونکہ جولائی کے اوئل میں عراق کابینہ صدر ناصر کے حامی وزرا کی برطرفی کے بعد قاہرہ ریڈیو نے صدر عارف کے خلاف پروپیگنڈہ تیز کر دیا تھا لیکن مرحوم صدر عارف کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور صدر ناصر کے حامی وزیر اعظم نے ان کے ملک سے نکلتے ہی بغاوت کر دی۔ عبدالرزاق کے فرار کے بعد ڈاکٹر عبدالرحمٰن البزاد کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا انقلاب ۱۹۵۸ء کے بعد ۸ رسال میں یہ پہلے غیر فوجی وزیر اعظم تھے ان پر ملک کے اعتدال پسندوں قوم پرستوں اور اسلام پسند عناصر کو مکمل اعتماد تھا۔ انہیں اگر کام کرنے کا موقع ملتا تو وہ یقیناً عراق کی زبردست خدمت انجام دیتے کردوں کے ساتھ عراقی حکومت کی صلح صفائی کی ابتدائی صورت انہوں نے ہی پیدا کی تھی۔ لیکن صدر عارف کی اچانک موت نے انہیں کام کرنے کا موقع نہ دیا۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن البزاذ کو وزارت سنبھالے ابھی صرف چھ ماہ ہی ہوئے تھے کہ صدر عبدالسلام عارف ایک ہوائی حادثہ میں انتقال کر گئے اور ان کی جگہ ان کے بھائی میجر جنرل عبدالرحمٰن عارف ۱۷ اپریل ۱۹۶۶ء کو متفقہ طور پر ملک کے صدر منتخب ہو گئے عراق کے عبوری آئین کے مطابق یہ انتخابات عراق کابینہ اور دفاعی کونسل نے متفقہ طور پر کیا انتخاب میں جنرل عارف کے سوا وزیر اعظم عبدالرحمٰن بزاز اور سابق وزیر دفاع میجر جنرل عبدالعزیز عقیلی بھی امیدوار تھے۔ عارف کے انتخاب کے بعد جنرل عقیلی کابینہ سے الگ ہو گئے۔ تاہم وزیر اعظم بزاز بدستور کام کرتے رہے لیکن یہ مہلت بہت مختصر ثابت ہوئی۔

۳۰ جون ۱۹۶۶ء کی رات کو ایک بار پھر بغداد کی گلیوں میں ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ

لے "امروز" لاہور ۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

اور فائرنگ کی آوازیں سنائیں دینے لگیں صدر ناصر کے حامیوں کی جانب سے عراق میں فوجی انقلاب کی یہ ایک اور ناکام کوشش تھی باغیوں نے تھوڑی دیر کے لیے بغداد ریڈیو پر بھی قبضہ کر لیا اور ریڈیو سے اعلان کیا گیا کہ عراق میں فوجی انقلاب آگیا ہے فوج جلد ملک کا نظم و نسق سنبھال لے گی سارے ملک میں کرفیو لگا دیا گیا اور تمام ہوائی اڈے بند کر دیئے گئے بغداد ریڈیو کا یہ اعلان عدن لندن ۔ واشنگٹن اور قاہرہ میں سنا گیا ریڈیو سے فوجی انقلاب کے تمام اعلانات بریگیڈیئر عبدالرزاق کے نام پر کئے گئے یہ وہی حضرات تھے جو گزشتہ سال ستمبر میں گیارہ دن کے لیے وزیر اعظم بنے تھے۔ اور پھر انقلاب کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد قاہرہ فرار ہو گئے تھے۔

بی بی سی نے اسی روز اپنی نشریات میں بتایا کہ انقلابی کونسل کے اعلان کے مطابق فوجی انقلاب کا مقصد ملک میں داخلی استحکام پیدا کرنا اور عرب ملکوں خصوصاً عرب جمہوریہ سے اتحاد کرنا ہے بغداد ریڈیو نے صدر عارف سے اپیل کی کہ وہ مزاحمت نہ کریں جب بغداد ریڈیو سے یہ اپیل نشر کی جا رہی تھی تو ریڈیو اچانک بند ہو گیا بون میں مغربی جرمنی کے دفتر خارجہ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ شہر بغداد کے وسط میں گولیاں چل رہی ہیں ایک اور اطلاع کے مطابق انقلاب لانے کی کوشش ان فوجی افسروں نے کی تھی جو کردوں کے ساتھ حکومت کے سمجھوتے سے ناراض تھے اس سمجھوتے کا اعلان وزیر اعظم البزاز نے ایک روز قبل ہی کیا تھا تھوڑی دیر کی نشریات کے بعد بغداد ریڈیو بند ہو گیا اور پھر معلوم ہوا کہ بغاوت کچل دی گئی اور انقلاب ناکام ہو گیا ہے یہ انقلاب وزیر اعظم بزاز کی ترکی روانگی سے صرف ایک روز پہلے برپا ہوا اور ان کا سفر ملتوی کر دیا گیا[1] ڈاکٹر بزاز کی حامی سرکاری فوجوں نے باغیوں کی بڑی تیزی سے سرکوبی کی اور سابق وزیر اعظم عبدالرزاق کی سازش کا قلع قمع کر دیا سابق وزیر اعظم قاہرہ فرار ہونے کے بعد سے وہیں مقیم تھا

---

[1] جنگ ۲ جولائی ۱۹۶۶ء

اور صرف ایک ماہ قبل اسے معاف کر کے ملک واپسی کی اجازت دی گئی تھی لیکن اس نے واپسی کے ایک ماہ بعد پھر انقلاب لانے کی کوشش کی اور ناکام ہوا چونکہ وزیر اعظم بزاز نے صرف ایک روز قبل ملک کو کردوں کے خلاف طویل اور تھکا دینے والی جنگ کے خاتمہ کا مژدہ سنایا تھا اس لیے اس بغاوت کی ناکامی پر ملک کے اندر اور باہر ہر طرف خوشی کا اظہار کیا گیا اس بغاوت کی ناکامی سے سب سے زیادہ کرد خوش ہوئے جو خود بھی طویل جنگ سے تنگ آ چکے تھے۔ اور انہیں پہلی بار ایک ایسا وزیر اعظم ملا تھا جس نے میدان جنگ کی بجائے مذاکرات کی میز پر ان سے گفتگو کی تھی لیکن ڈاکٹر بزاز کی یہ کامیابی ہی ان کی ناکامی بن گئی اور بے مثال مقبولیت اور صدر ناصر کے حامی عناصر کی بے چینی کے پیش نظر صدر عبدالرحمن عارف کی یہ سب سے بڑی اور پہلی غلطی تھی جو انہوں نے صدر بننے کے بعد کی ۱۶ اگست ۱۹۶۶ء کو ڈاکٹر رزاق کی جگہ صدر ناصر کے حامی اور سوشلسٹ نظریات کے حامی فوجی ناجی طالب کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن عملاً صدر عارف اور وزیر اعظم ناجی طالب اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں جو ڈاکٹر بزاز نے مقرر کر دی تھی۔

عبدالرحمن بزاز کے کارنامے

ڈاکٹر بزاز کی وزارت عظمی سے علیحدگی ایک ایسا سانحہ تھا جس پر عراق کے اندر اور باہر ہر جگہ عراق کے دوستوں نے اظہار افسوس کیا ڈاکٹر بزاز نے اپنی ساڑھے دس ماہ کی وزارت عظمیٰ کے دوران کئی بڑے کارنامے انجام دیئے جن کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

۱:۔ انہوں نے سوشلزم کی ماری ہوئی نیم سوشلسٹ نیم سرمایہ دارانہ نیم جاگیردارانہ عراقی اقتصادیات کو مستحکم کیا۔

۲:۔ عراق کے دو غیر عرب ہمسایوں ترکی اور ایران سے سرحدی جھگڑے ختم کر کے خوشگوار تعلقات قائم کیے۔

---

۲ ڈان کراچی ۵ جولائی ۱۹۶۶ء لندن رپورٹ

۳ ؎ ۔ ماضی کی تلخ یادوں کے باوجود روس اور مصر سے مناسب اور متوازن خوشگوار تعلقات قائم کیے اس وجہ سے ان ممالک میں عراق کے خلاف پراپیگنڈہ بند ہو گیا ۔

۴ ؎ ۔ کردوں سے طویل جنگ کو ختم کرنے کے لیے ایک بارہ نکاتی سمجھوتہ کیا جسے کردوں نے بھی تسلیم کیا ۔

۵ ؎ ۔ ایران سے سرحدی کشیدگی ختم کی ؎۱

عبدالرحمن بزاز کی حکومت وہ پہلی عراقی حکومت تھی جس کے وعدوں پر کردوں نے اعتبار کیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے ملک کے عوام میں حکومت اور قانون کے لیے احترام پیدا کیا تھا جو کریم قاسم کی چھچھوری حرکتوں نے خاک میں ملا دیا تھا اور ان تمام کارروائیوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہوا کہ عرب میں عراق ایک بار پھر اہمیت اختیار کر گیا ؎۲ ۔

؎۱ ایران اور عراق میں ان دنوں سرحدی جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں تعلقات اس حد تک خراب ہو گئے تھے کہ ایک بار حکومت ایران نے باقاعدہ عراق کے خلاف الزام لگایا کہ عراقی فضائیہ کے طیارے جنوری ۱۹۶۶ء کے اوائل میں کرد باغیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ایرانی سرحدی گاؤں پر بمباری کر گئے ۔ اور عراق نے یہ الزام لگایا تھا کہ ایرانی حکومت کرد باغیوں کو ہتھیار اور اسلحہ فراہم کر رہی ہے ۔ اور باغیوں کو عراق پر حملے کے لیے باقاعدہ پناہ دے رکھی ہے ۔ (پاکستان ٹائمز مکتوب بیروت ۱۱ اپریل ۱۹۶۶ء)

اس تنازعہ کو ختم کرنے کے لیے وزیر اعظم بزاز نے ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو بغداد میں ایک پریس کانفرنس میں چند تجاویز کا اعلان کیا اور ان کی کوششوں سے رفتہ رفتہ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی ختم ہو گئی ۔

(مارننگ نیوز ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء)

؎۲ مکتوب بیروت پاکستان آبزرور (فارن نیوز سروس ۸ اگست ۱۹۶۶ء)

مذکورہ بالا کارناموں میں سے کردوں سے صلح اور ترکی اور ایران سے دوستی دو ایسی اندرونی و بیرونی پالیسیاں تھیں جس پر آج تک عراقی حکومتوں نے اس طرح عمل نہیں کیا ہے جس طرح خود ڈاکٹر بزاز نے ان پر عمل کیا تھا اور اس کے نتائج خوشگوار نتائج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ناجی طالب کا دورِ وزارت ناجی طالب کے وزیر اعظم بننے کے بعد عراقی پالیسی میں سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی کہ عراق میں سوشلزم کی آواز مضبوط ہو گئی۔

۲۲ اگست ۱۹۶۶ء کو ناجی طالب نے اپنی حکومت کی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے اسلامی ملکوں کے مجوزہ اتحاد کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ اتحاد عرب سوشلزم کے منافی ہے اور سامراج طاقتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میرے پیش رو عبدالرحمٰن البزاز نے کردوں کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اتحاد کی بھی حمایت کی اور کہا کہ مصر اور عراق کی متحدہ سیاسی قیادت ترقی کا موجب بنے گی اور اس سلسلہ میں مصر اور عراق میں جو معاہدہ ہوا ہے میری حکومت لفظاً و معناً اس پر عمل کرے گی۔[1]

ناجی طالب ۹ اگست ۱۹۶۶ء سے ۱۰ مئی ۱۹۶۷ء تک وزیر اعظم رہے ان کے دورِ حکومت کے دو اہم پہلو ہیں۔

(ا) کردوں سے مکمل مفاہمت

(ب) تیل کمپنی کا بحران۔ کردوں کے بارے طالب کی حکومت نے ڈاکٹر بزاز کی پالیسی پر ہی عمل کیا۔ ۵ اکتوبر کو بغداد ریڈیو نے اعلان کیا کہ باغی کردوں کے لیڈر ملا مصطفےٰ البرزانی اور عراقی حکومت کے فوجی حکام اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ باغی علاقہ میں امن و استحکام کے قیام کی خاطر مزید ٹھوس کارروائی کی جائے۔ ریڈیو نے بتایا کہ مذاکرات کے دوران ملا البرزانی نے کہا کہ وہ بغداد کی

---

[1] جنگ ۱۵ مارچ ۱۹۶۷ء

سرکاری فوجوں اور کردوں کے درمیان جنگ ختم کرنے کے لیے تیار ہیں حکومت کی جانب سے اس بات چیت میں وزیر دفاع جنرل شنکر اور ڈپٹی چیف آف سٹاف جنرل حمود الحمیدی نے حصّہ لیا۔

عراقی پٹرولیم کمپنی سے اصل تنازعہ تو شام کا تھا لیکن عراق محض شام کی دوستی میں مصائب کا شکار ہو گیا اور اسے ہزاروں پونڈ رائلٹی کا نقصان ہوا۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ شام میں سوشلزم کی خاطر صنعت و تجارت کو قومی تحویل میں لینے کے بعد جب پیداوار گھٹنے لگی اور ملکی اقتصادیات کی حالت خراب ہو گئی تو زرمبادلہ حاصل کرنے کی خاطر شامی حکومت نے عراقی پٹرولیم کمپنی سے مطالبہ کیا کہ بصرہ اور کرکوک چشموں سے نکلنے والا جو تیل شام کی سرزمین پر بچھی ہوئی پائپ لائن کے ذریعے شامی بندرگاہوں سے غیر ممالک کو جاتا ہے اس کی رائلٹی میں اضافہ کیا جائے۔ کمپنی نے شروع میں اس مطالبہ پر توجہ نہ دی چنانچہ شام کی حکومت نے تیل کی پائپ لائن قومی تحویل میں لے کر تیل کی فراہمی روکنے کا اعلان کر دیا یہ تنازعہ دنیا بھر میں تیل کا ایک بڑا بحران بن گیا۔ اگرچہ عراقی حکومت نے شام کی دوستی میں ان کے مطالبوں کی پوری پوری حمایت کی لیکن جب شام نے پائپ لائن کو قومی تحویل میں لے کر تیل کی فراہمی روک دی تو عراق کو ملنے والی رائلٹی بھی بند ہو گئی کیونکہ پائپ لائن ختم ہو جانے کے باعث تیل کے کارخانوں میں کام ہی بند ہو گیا اگرچہ یہ تنازعہ تین ماہ بعد طے ہو گیا اور پٹرولیم کمپنی نے عرب حکومتوں کے مطالبات بھی مان لئے لیکن اس بحران سے طالب وزارت کا سیاسی دیوالیہ پن ظاہر ہو گیا چنانچہ ۷ جنوری ۱۹۶۷ء کو عراق کی تین ممتاز شخصیتوں نے صدر عارف کو یادداشت پیش کی۔ جس میں تیل کے بحران میں حکومت کی نااہلی پر شدید نکتہ چینی کی گئی کہ تیل کی قومی دولت کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے سے قبل ملک میں انتخابات کرائے جائیں اور اسمبلی بنائی جائے۔[۱]

---

[۱]: امروز لاہور ۸ جنوری ۱۹۶۸ء

۵ اپریل ۱۹۶۷ء کو حکومت نے ملک میں زرعی اصلاحالات کا اعلان کیا ملک میں زرعی اصلاحات کا قانون ۱۹۵۹ء سے موجود تھا مگر اس پر عملدرآمد نہیں کیا گیا تھا ۴ اپریل کو بغداد میں زرعی اصلاحات سے متعلق ایک کانفرنس ہوئی جس میں اعلان کیا گیا کہ تیل کی آمدنی پر انحصار کم کرنے کے لیے زرعی وسائل کو ترقی دی جائے حکومت کی اس نئی تحریک کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ عراقی پٹرولیم کمپنی اور شام کے درمیان جھگڑے کی وجہ سے تیل کی نکاسی رک گئی تھی جس کے باعث ملک کے پیداوار میں کافی کمی واقع ہو گئی ہے زرعی اصلاحات کا مقصد یہ بھی تھا کہ پھلوں اور سبزیوں کی قلت اور گرانی کم کی جائے۔ (نوائے وقت ۵ اپریل ۱۹۶۷ء)

یہ تھی وہ اقتصادی مشکلات جن کے باعث صدر عارف نے آخر کار اپنے پسندیدہ وزیر اعظم جنرل ناجی طالب کو بھی سبکدوش کرنے کا فیصلہ کر لیا ۱۱ مئی ۱۹۶۷ء کو وزیر اعظم ناجی طالب کا استعفیٰ قبول کرتے ہوئے صدر عارف نے ایک نئی کابینہ کا بھی اعلان کیا جس کے سربراہ وہ خود تھے اور جنرل طاہر یحییٰ جنرل عبدالغنی الراوی اور سابق کرد وزیر فواد عارف بحیثیت نائب صدر اور وزیر خارجہ عدنان الشاش اور وزیر دفاع جنرل شاکر محمود بحیثیت وزیر شامل تھے۔ (نوائے وقت لاہور ۲۳ اگست ۱۹۶۶ء)

اس وزارت کی تشکیل کے بعد دوسرے ہی مہینے ۵ جون ۱۹۶۷ء کو عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی اور کچھ عرصہ کے لیے تمام عرب ممالک میں اندرونی اختلافات ٹھنڈے پڑ گئے۔

عرب اسرائیل جنگ اور اس کے بعد

اس جنگ میں عراق براہ راست تو شریک نہ تھا کیونکہ اس کی سرحدیں اسرائیل سے ملحق نہیں ہیں تاہم عراقی حکومت نے اپنی فوجیں اردن کی مدد کے لیے بھیجیں اور اسرائیل کے خلاف فضائی جنگ میں بھی عراق نے حصہ لیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ عراق سے جیسی توقع تھی ویسا جوش و خروش اس نے جنگ میں نہیں دکھایا۔

جنگ ختم ہونے کے ایک ہی ہفتہ بعد ملک میں اسرائیلی جاسوسوں کا گروہ پکڑا گیا جس میں ۲۷ افراد شامل تھے جاسوسوں کے پاس سے وائرلیس سیٹ بھی برآمد ہوئے [1]

جنگ کے بعد عرب ممالک میں جو حرکت پیدا ہوئی عراق میں اس کے دو قسم کے اثرات ہوئے اولاً تو یہ کہ دوسرے ممالک کی طرح عراق کے بھی روس سے بہت قریبی تعلقات پیدا ہو گئے یہاں تک کہ روس نے عراق کو جنگی سازوسامان دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عراق وزیر دفاع میجر جنرل شاکر محمود نے ۸ اگست کو روس کا دو ہفتے کا دورہ مکمل کیا اگرچہ سرکاری طور پر اس دورے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ تاہم سفارتی مبصروں نے خیال ظاہر کیا کہ عراقی حکام نے روسی لیڈروں سے عربوں کے لیے اسلحہ کے سوال پر بات چیت کی [1]

عراق پر اس جنگ کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ عراقی راہنماؤں نے جنرل ناجی طالب کے دور کے برعکس غیر عرب اسلامی ملکوں اور اسلامی اتحاد کی باتیں بھی شروع کر دیں۔

۲ اکتوبر کو عراقی وزیر دفاع جنرل شاکر محمود نے ایجنسی فرانس پریس کے نمائندے کو بغداد میں ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ غیر عرب اسلامی ممالک اسلامی مقامات مقدسہ کی حفاظت و دفاع میں پورا پورا حصہ لے رہے ہیں انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات کے تحت تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ کی حفاظت میں عربوں کے دوش بدوش جہاد میں حصہ لیں اور جارحیت کے نشانات کو مٹائیں ایک ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جب وقت آئے گا تو غیر عرب اسلامی ملکوں کے رضاکار بھی عربوں کے شانہ بشانہ جنگ کریں گے [2]

---

[1] ڈان ۶ اکتوبر ۱۹۶۶ء [1] مارننگ نیوز ۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء

[2] اس موقع پر جنرل عبدالغنی الراوی نے صدر عارف کے نام جو طویل خط لکھا ہے وہ قابل مطالعہ ہے

فہرست

عنوان

لیکن عراق کے اندرونی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے سیاسی عدم استحکام اور عوامی بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جون کا مہینہ ختم ہوتے ہی صدر عارف نے ملک کے لیے نئے وزیر اعظم کی تلاش کر دی۔ پہلے تو انہوں نے اپنے ایک نائب وزیر اعظم جنرل عبدالغنی الرادی کو وزارت بنانے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول بھی کر لیا لیکن دو ہی روز بعد نامعلوم وجوہ کی بناء پر صدر عارف نے جنرل طاہر یحییٰ کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔

وزیر اعظم طاہر یحییٰ کی پالیسی کچھ مرحوم نوری السعید سے ملتی جلتی تھی اس فرق کے ساتھ کہ مرحوم برطانیہ کے حاشیہ بردار اور مغرب پرست تھے اور جنرل یحییٰ بعث پارٹی کے لیڈر اور سوشلسٹ نظریات کے حامل تھے ورنہ جمہوریت، آزادی فکر و عمل اور قانون کی بالادستی کا گلا گھونٹنے میں جنرل موصوف مرحوم نوری السعید سے کم نہ تھے۔

۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء کو بیروت کے اخبار الحیات نے انکشاف کیا کہ عراق کے ممتاز مذہبی رہنما شیخ علی صغیر کی گرفتاری کے باعث سیاسی بدامنی سے عراقی کابینہ کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے شیخ پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے جامع مسجد بغداد میں جمعہ کے خطبہ کے دوران صدر عبدالرحمٰن کی حکومت پر تنقید کی تھی [1]

ان کی گرفتاری کے بعد بغداد میں کئی روز سے احتجاجی مظاہرے جاری رہے عوامی احتجاج جب مزید بڑھ گیا تو دسمبر کو وزیر اعظم طاہر یحییٰ کی حکومت نے ایک آرڈیننس کے ذریعے تمام نجی اخبارات بند کر دیئے۔ اور ۵ سرکاری اخبارات جاری کئے ان میں سے ایک انگریزی اخبار بھی تھا۔ جس کا نام آبزرور ہے ان اخبارات کو چلانے کے لیے سرکاری حکام کی خدمات حاصل کی گئیں اور ایک پریس ٹرسٹ قائم کر کے ایک سابق وزیر کو اس کا سربراہ مقرر کر دیا۔

ایک طرف حکومت نے اس طرح اخبارات کا گلہ گھونٹ دیا کہ عوام کی آواز

---

[1] جنگ ۱۲ نومبر رپورٹ ڈ پ ا از بیروت

کو دبا دیا گیا اور دوسری طرف شیخ علی صیغر کی گرفتاری پر احتجاج کرنے والے مذہب پسند عوام کو میدان سے ہٹانے کے لیے حکومت کی زیر قیادت "قومی محاذ" کی تشکیل کے لیے کوششیں شروع کر دی گئیں مذہب پسندوں کے مقابلے میں قوم پرستوں لادین عناصر اور اشتراکیت پسندوں کو منظم کرنے کی یہ کوشش قومی اتحاد کے نام پر شروع کی گئی۔ اور اس نیک کام کے لیے ایک وزیر عبدالرزاق محی الدین کی زیر قیادت خصوصی کمیٹی مقرر کی گئی۔ موصوف محی الدین کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عراقی مصری مشترکہ سیاسی کمیٹی کے سیکرٹری جنرل تھے آپ نے کمیٹی کا پہلا اجلاس بغداد کے پارلیمنٹ ہاؤس میں بلایا جہاں کمیٹی کی توسیع اور تنظیم نو کا فیصلہ کیا گیا۔ تاکہ مجوزہ منصوبے پر تیزی سے مؤثر عمل درآمد ہو سکے۔ بغداد ریڈیو نے موصوف کا ایک بیان نشر کیا جس میں انہوں نے کہا کہ بغداد میں قومی محاذ کا قیام عراقی مصری سیاسی کمان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے تاہم انہوں نے اپنے بیان کی مزید وضاحت نہ کی

عراق میں اس سے قبل ۱۹۶۴ء میں بھی مصر کی طرح عرب سوشلسٹ یونین قائم کی گئی تھی لیکن پارٹی زیادہ دنوں تک نہ چل سکی کیونکہ ملک کے مختلف الفکر سیاسی طبقوں نے اس میں ضم ہونے سے یا اس کے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کے بعد بھی کئی بار سرکاری سطح پر سیاسی جماعت یا محاذ قائم کرنے کی کوششیں ہوئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی اسی لیے حکومت نے اس بار کالعدم سیاسی پارٹیوں اور تجربہ کار سیاسی کارکنوں کی خوشامد کرنے کی بجائے براہ راست عوام کو پارٹی میں شمولیت کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا مسٹر عبدالرزاق محی الدین نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ محاذ معاشرہ کی متحرک قوتوں سے تشکیل پائے گا۔ مثلاً اس میں مزدور کسان کاشتکار دانشور اور نوجوان مرد اور عورتیں شامل ہوں گے۔

(مصر کی عرب سوشلسٹ یونین میں بھی یہی لوگ شامل ہیں)

اسی دوران روس اور عراق میں تیل کی تلاش کا معاہدہ ہو گیا نیویارک ٹائمز مورخہ ۲ جنوری کے مطابق روسی پہلی بار عراق آئے تھے اخبار کے نامہ نگار خصوصی

ولیم ڈی اسمتھ نے بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ روسی سربراہوں کو بالآخر مشرق وسطیٰ میں تیل سے لبریز پیالہ مل ہی گیا عراقی نیشنل آئل کمپنی سرکاری ادارہ ہے اور جناب ادیب اس کے صدر ہیں انہوں نے اپنی ایک تقریر میں صاف کہا کہ عرب اسرائیل جنگ میں روس نے عربوں کی جو مدد کی تھی اس کے صلے میں تیل کی چھان بین کے لیے روس کو ٹھیکہ دیا گیا ہے روس کے لیے یہ ٹھیکہ نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں کیونکہ روس زارینہ کیتھرائن کے عہد سے عراق جیسے مرکزی خطے میں قدم جمانے اور خلیج فارس میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے [۱]

کیمونسٹ پارٹی کی تنظیم نو

ملک میں سیاسی عدم استحکام، عوامی بے چینی، اخبارات پر پابندی اور سرکاری سیاسی جماعت کے ساتھ ساتھ روس سے پینگیں بڑھانے کا عراق میں بھی وہی منطقی نتیجہ برآمد ہوا جو اس سے پہلے دوسرے ممالک میں ان ہی حالات میں ہو چکا ہے ملک میں اشتراکیوں اور کیمونسٹوں نے پھر سر اٹھایا اور منظم ہونے لگے ۲۵ مارچ ۱۹۶۸ء کے مارننگ نیوز میں بیروت سے آمدہ ایک خبر شائع ہوئی جس میں صاف کہا گیا کہ عراق میں بائیں بازو کی اپوزیشن کا زور اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب ملک کے مختلف حصوں میں گروہوں نے انقلاب کی عملی تیاریاں شروع کر دیں اطلاعات کے مطابق عراقی کیمونسٹ پارٹی کی عبوری قیادت نے جس کا دعویٰ ہے کہ اسے کیمونسٹوں کے تمام طبقوں کی وفاداری حاصل ہے اپنے اراکین کو گوریلا جنگ کی باقاعدہ تربیت دینی شروع کر دی ہے تا کہ وہ ملک پر قبضہ کر سکیں عراق کی کیمونسٹ پارٹی میں جو تمام عرب ممالک میں سب سے بڑی پارٹی ہے گزشتہ سال چند نظریاتی مسائل پر شدید اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں کئی جگہ پارٹی کے مختلف گروہوں میں مسلح تصادم بھی ہوئے یہاں تک کہ ماسکو کے راہنماؤں نے بھی مداخلت کی

---

[۱] روزنامہ مشرق ۷ جنوری ۱۹۶۸ء۔

لیکن اختلافات ختم کرانے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ جب پارٹی کے مختلف گروہوں میں مفاہمت کی تمام امیدیں ختم ہو گئیں تو کچھ لیڈروں نے پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا مقابلہ کرنے کے لیے عبوری قیادت قائم کر لی۔ اور اسی قیادت نے عہد کیا کہ وہ ماسکو نواز یا پیکنگ نواز پالیسی اختیار کرنے کی بجائے "آزاد عراقی" لائن اختیار کرے گی عراقی کیمونسٹ پارٹی کی تنظیم نو اور عبوری قیادت کے قیام سے صدر عارف کی حکومت کو سنگین خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کیونکہ فوج کے باہر یہ واحد منظم اور تربیت یافتہ گروہ تھا جون کی جنگ کے بعد اگرچہ کیمونسٹوں نے ماسکو کے اشارے پر دیگر عرب ملکوں کی طرح عراق میں بھی صدر عارف کی حکومت کو پورا سہارا دیا لیکن اب خود کیمونسٹ پارٹی کے اندر اور اسی طرح مختلف عوامی طبقات میں یہ حقیقت پوری تلخی کے ساتھ محسوس کی جانے لگی ہے کہ صدر عارف کی نرم پالیسی اور مغرب سے دوستانہ تعلقات بھی اس جنگ میں عربوں کی شکست کا ایک سبب بنے ہیں عراقی کیمونسٹ کی نئی قیادت کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ فوج کو سیاسی اقتدار سے ہٹایا جائے عظیم زرعی اصلاحات نافذ کی جائیں اور بڑے پیمانے پر صنعتوں کو قومی تحویل میں لیا جائے [۱]

مئی ۱۹۶۸ء کے پہلے ہفتہ میں بغداد ریڈیو نے پھر ایک بار اطلاع دی کہ صدر عارف کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ جب تک قومی پارلیمنٹ کے انتخابات نہیں کرائے جاتے اس وقت تک وہ دستور ساز اسمبلی نامزد کرنے کے مجاز ہوں گے اس سے صرف ایک روز قبل بغداد میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا تھا کہ عراق کے عبوری حکمرانوں نے عام انتخابات کو مزید دو سال کے لیے ملتوی کر دیا ہے [۲]

انتخابات کے التواء کے ساتھ ہی ملک میں سیاسی استحکام کی رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو گئیں خاص طور پر اعتدال پسند عرب قوم پرستوں اور اسلام پسندوں کو سب سے زیادہ مایوسی ہوئی۔ کیونکہ ملک کے موجودہ حالات سے صرف کیمونسٹ

۱؎ مارننگ نیوز ۲۵ مارچ ۱۹۶۸ء ۲؎ نوائے وقت ۹ مئی ۱۹۶۸ء

ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں دوسری جانب صدر عارف بھی جانتے تھے کہ انہیں مزید دو سال آرام سے گزارنے کے لیے کسی نہ کسی سیاسی گروپ کا سہارا لینا ہو گا چنانچہ اس بار صدر ناصر کے حامی متشدد قوم پرستوں سے سودا ہوا وزیر اعظم جنرل طاہر یحییٰ نے استعفیٰ دے دیا لیکن دوبارہ ان ہی کو وزارت بنانے کی اجازت دے دی گئی لیکن اس دفعہ نئی کابینہ میں ۵۰ فیصد صدر ناصر کے متشدد حامی وزراء کو بھی شامل کرنے کا منصوبہ تھا۔ اس مرحلہ پر عوام کا اضطراب بڑھ گیا اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے دائیں بازو کے قوم پرستوں اور بعث پارٹی کے بین الاقوامی شعبے سے متعلق افراد نے انقلاب کا منصوبہ بنا لیا صدر البکر صرف چند روز قبل ہی رہا ہوئے تھے۔ جمہوریت پسند معتدل مزاج عبدالرزاق نائب وزیر اعظم مقرر ہوئے اور بعث پارٹی کے تجربہ کار لیڈر جنرل احمد حسن البکر صدر مقرر ہوئے اگرچہ مغربی خبر ایجنسیوں کا دعویٰ تھا کہ انقلاب کے روز بغداد میں خونریزی ہوئی اور ملک بھر میں ایک ہزار آدمی مارے گئے ؎ لیکن بہر حال یہ حقیقت ہے کہ نئے حکمرانوں نے سابق سربراہ مملکت صدر عارف کی جان بخشی کر دی اور انہیں صحیح سلامت ملک سے نکل جانے کا موقعہ دے دیا۔

برسر اقتدار آنے کے بعد نئے حکمرانوں نے بیشتر سیاسی قیدیوں کو فوراً رہا کر دیا اخبارات پر سے سنسر ختم کر دیا اور اعلان کیا کہ عراق اپنے تمام بین الاقوامی وعدے پورے کرے گا اور اسرائیل کے خلاف ہر ملک سے تعاون کرے گا۔ اور اسرائیل کے خلاف ہر ملک سے تعاون کرے گا۔ نیز اسلامی اتحاد کے لیے کوشاں رہے گا۔

ابھی ملک کے عوام نے اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ ایک اور انقلاب آ گیا۔ وزیر اعظم نائف اور وزیر دفاع داؤد بھی برطرف کر دیئے گئے اس طرح حکومت پر بعث پارٹی کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء کے انقلاب کا مقصد ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کے انقلاب کی حفاظت

؎ روزنامہ جنگ ۹ جولائی ۱۹۶۸ء

کرنا ہے اور دیگر تمام انقلابوں کی طرح اس انقلاب کی غایت بھی قومی سالمیت کا تحفظ کرنا اور معاشرہ قائم کرنا جس میں جمہوری ذرائع سے انصاف اور محبت کا بول بالا ہو اور ملک میں تمام طبقات کی نمائندہ اسمبلی قائم کرنا ہے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دس سال پہلے بھی جنرل کریم قاسم اسی نعرے کی خاطر انقلاب لائے تھے اور اسی دوران تین انقلاب آئے ایک درجن سے زیادہ ناکام انقلابی کوششیں کی گئیں حکمرانوں پر ناکام قاتلانہ حملے ہوئے ناصر کے حامیوں قوم پرستوں بعث کے کارکنوں اور اشتراکی طالب علموں میں بیسیوں بار تصادم ہوئے۔ کردوں نے بغاوت کی فوج نے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی لیکن انقلاب کا بنیادی مقصد پورا نہ ہو سکا۔ عوام کو نہ تو اسمبلی منتخب کرنے کا موقعہ ملا اور نہ ہی دستور پر رائے دینے کا۔

گزشتہ کئی برسوں سے عراقی عوام نے ترکوں عرب بادشاہوں کیمونسٹ آمروں اور قوم پرست حاکموں کی حکمرانی کا مزہ چکھا ہے ترکوں سے وہ اس لیے ناراض تھے کہ انہیں اختیارات حکمرانی حاصل نہ تھے۔ برطانیہ نے ان کی سادہ لوحی سے سے فائدہ اٹھایا اور اپنا الو سیدھا کرنے کے بعد آزادی تک سے محروم کر دیا پھر بادشاہوں کا دور آیا لیکن حکمرانی انہیں اس دور میں بھی نصیب نہ ہوئی پھر کیمونسٹوں نے کرکوک اور موصل کو خون میں نہلا کر انہیں نئے تجربہ سے دوچار کیا ناکارہ قوم پرست قیادت نے ان کے ماتھے پر اسرائیل کے ہاتھوں شکست کا داغ لگا دیا اب عراقی عوام صرف جمہوریت اور آزادی چاہتے تھے۔ ایسی آزادی جس کے ذریعے وہ اپنے اعتقادات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں انہوں نے ہر درآمد شدہ نظریہ کو پرکھ کر دیکھ لیا تھا لیکن ہر بار ہر تجربہ تلخ ترین ثابت ہوا۔

بعث پارٹی

عراق کا سابقہ صدر حسن البکر دراصل نام کے صدر تھا اور وہ عبدالغفار تکریتی اور صالح مہدی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی تھا حکومت میں بعثی عناصر کا غلبہ ہے اور ان کی گرفت انتہائی

مضبوط ہے حکومت عراق روس کی کیمونسٹ پارٹی کو خوش کرنے کے لیے اسلام سے نبرد آزما ہے اور اسٹالن کی تاسی میں علماء کے خلاف ظالمانہ کارروائیاں انجام دے رہی ہے یہی سبب ہے کہ دو لندن ٹائمز نے حسن البکر کو اسٹالن سے تشبیہ دی ہے

بعث پارٹی کا اصل نام حزب البعث العربی الاشتراکی ہے یہ پارٹی ۱۹۴۰ء میں شام میں قائم کی گئی تھی اسس کے خالق فرانسیسی سامراج کی پیداوار عیسائی نژاد مائیکل عفلق اور صلاح بیطار ہیں ۱۹۴۶ء میں جب ملک شام آزاد ہوا تو یہ مضبوط سیاسی پارٹی بن کر سامنے آئی ۱۹۴۹ء میں حسنی الزعیم کی کابینہ میں مائیکل عفلق کو وزارتِ تعلیم کا قلمدان سونپا گیا ۔

اس کے دور میں وہاں نعوذ باللہ خدا کا جنازہ نکالا گیا اور ابوجہل اور ابولہب کے نام سے تفریحی کلب قائم کئے گئے ۱۹۵۲ء میں شام کا فعال ہوشیار اور ہمہ وقت سرگرم سوشلسٹ لیڈر اکرم حورانی بھی بعث پارٹی میں شامل ہو گیا ان دونوں کی وجہ سے تعلیم و تربیت کے اداروں اور فوج میں بعث کا بہت اثر ہو گیا ۱۹۵۴ء میں بعث پارٹی نے پیپلز پارٹی سے مقابلہ کیا اور پارلیمان میں ۲۲ نشستیں حاصل کر کے ملک کی دوسری بڑی سیاسی پارٹی بن گئی ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد شام کی زمام اقتدار ۱۹۶۳ء میں بعث پارٹیوں کے ہاتھوں میں آ گئی تھی ۔

ادھر مصر میں صدر جمال عبدالناصر نے بھی بعث پارٹی کے نعرے بلند کئے اور شام اور مصر کے الحاق کی مہم چلائی جو فروری ۱۹۵۸ء میں متحدہ عرب جمہوریہ کے قیام پر منتج ہو گئی بعث پارٹی اس اتحاد کو اپنے حسب منشا اپنے نظریہ کی تبلیغ میں استعمال نہ کر سکی ۔ اور دسمبر ۱۹۶۱ء میں یہ اتحاد بالآخر ختم ہو گیا شام کی سیاست کھلونا بن گئی ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۳ء تک شام میں انقلاب آتے رہے اور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء کے انقلاب کے نتیجہ میں شامی حکومت پر بلاشرکت غیرے حزب البعث کا تسلط ہو گیا اس نے اقتدار ملتے ہی کانٹ چھانٹ شروع کر دی ۔

شکری القوتلی، معروف دوالیبی، زیاد الحریری اور دوسرے بے شمار اسلام پسندوں کو ملک بدر کرا دیا گیا۔ مذہب کی اہم قوت کو ختم کرنے کے لیے مذہبی شعار کو ہدف ملامت بنایا گیا اور اکابر علماء دین کی تحقیر کی گئی اس وقت شام میں ایک ایسی حکومت قائم ہے جو پوری طرح روسی حلقۂ اثر میں ہے اور اس حکومت میں بعث پارٹی کے لوگ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔ اسی طرح عراق میں بھی بعث پارٹی سرگرم عمل ہے۔ بعثی انقلاب کے بعد عراق میں صورتِ حال یہ ہے کہ حکومت میں بعثی عناصر شامل ہیں اور ان کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ اور تو اور علمائے اسلام کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

بعث پارٹی کا بنیادی فلسفہ یہ ہے

۱۔ مذہبی اقدار انسان کو پست اور ذلیل بنا دیتی ہیں۔ اس پارٹی کا نعرہ ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھیں ہمارا اسلام موروثی یا تقلیدی نہیں بلکہ ترقی پسند ہے۔

۲۔ ہمیں ایسے انسان کی ضرورت نہیں جو نمازیں پڑھتا ہو اور ذلیل و عاجز بن کر رکوع میں جھکتا ہو۔

۳۔ اسلام اور مسیحیت کی قدروں نے انسان کو ذلیل اور توکل پرست بنا دیا ہے مجبور اور تابع بنا دیا ہے ایک ایسا انسان بنا دیا ہے جو صرف یہ کہنا جانتا ہے کہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

عراق میں عبدالکریم قاسم کے دور میں ان کے نوجوان گارڈ نے تو ایسا منظر پیش کیا کہ الحفیظ والامان مارچ ۱۹۵۹ء کی ناکام فوجی بغاوت کے بعد وہ ظلم و ستم ڈھائے گئے جس کی لرزہ خیز داستانیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس کی تلخیص یہ ہے کہ۔

موصل اور کرکوک میں بعث زدہ نوجوانوں نے حکومت کی شہ پر عام آبادی پر ہلہ بول دیا گھروں میں گھس گھس کر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عمارات کو مسمار کیا

املاک کو تاخت تاراج کیا لوگوں کا قتل عام کیا ان کی لاشوں کو ٹیلی فون و بجلی کے کھمبوں اور درختوں پر لٹکا دیا۔ ان کے جسموں کی تکا بوٹی کی سروں کی کھوپڑیاں اتار پھینکیں زندہ انسانوں کو رسیوں میں باندھ کر بازاروں اور سڑکوں پر گھسیٹا اور جب وہ تاب نہ لاکر دم توڑ گئے۔ تو ان کی لاشوں کو غلاظت کے گڑھوں میں پھینک دیا۔ بہت کو زندہ دفن کر دیا اور کتنوں کے پیٹ چاک کر ڈالے انسانوں کو ذبح کر کے سڑکوں کے دورویہ ستونوں پر لاشوں کو اس طرح لٹکایا جس طرح مذبح میں بھیڑ بکریوں کو کھال اتار کر لٹکایا جاتا ہے۔

مسجدوں اور مدرسوں کی بے حرمتی کی کتب خانوں کو جلایا موصل کی جامع المجاہد میں داخل ہو کر نمازیوں پر فائرنگ کی موصل کی جامع الحویجاتی کے امام کو مسجد کے مینار کے ساتھ باندھ دیا پھر انہیں اتار کر زندہ گلیوں میں گھسیٹا یہاں تک کہ انہوں نے دم توڑ دیا۔

موصل کے نامور عالم دین شیخ علی العمری اور ان کی بیٹی حفصہ کو قتل کیا اور باپ بیٹی دونوں کی لاشوں کو ننگا کر کے بازاروں میں گھسیٹا ان کی لاشوں کی تکا بوٹی کی اور ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا حد یہ ہے کہ ایک لڑکی کی دونوں ٹانگوں کو دو جیپوں کے ساتھ باندھ کر ان کی مخالف سمتوں میں پورے زور سے چلایا یہاں تک کہ بیچاری لڑکی کے دو ٹکڑے ہو گئے مذہبی رہنماؤں کو خاص طور پر نشانۂ زندگی بنایا گیا اور اس میں کسی قسم کا کوئی فرق و امتیاز نہیں برتا گیا کہ کون حکومت کا ثنا خواں تھا اور کون کس مکتب کا ہے۔

اسی ملک عراق میں ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء کو پھر انقلاب آ گیا اس انقلاب کے ساتھ یہ انقلاب بھی آیا کہ اس مرتبہ خون نہیں بہا واقعی یہ بھی بہت بڑا انقلاب ہے اور عراق کے انقلاب میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

عراق کے تازہ انقلاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کی شکست کے بعد یہ پہلا انقلاب ہے۔ اس سے پہلے بھی

۱۹۴۸ء میں جب عربوں نے اسرائیل سے شکست کھائی تھی تو ایک ایک کر اس وقت کے سارے حکمران رخصت ہو گئے تھے کیا تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی نہیں ؟ اس لحاظ سے بھی عراق کا یہ انقلاب بڑا اہم بلکہ انقلابات کا پیش خیمہ ہے۔

عربوں نے جب سے قومیت اور اشتراکیت کا سبق پڑھا ہے وہاں ہر عرب ملک میں ہر تبدیلی قومیت یا اشتراکیت کے نام پر آتی ہے۔ اس انقلاب کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ برسرِ اقتدار آنے والوں نے ابھی تک اشتراکیت کا قومیت کا نعرہ بلند نہیں کیا یہ محض معمولی تبدیلی ہے یا حکمرانوں کی ضرورت سے زیادہ احتیاط کا نتیجہ یا واقعتاً کوئی بڑا انقلاب ان سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے لیے ہمیں اس انقلاب کے محرکات کا گہرا مطالعہ کرنا ہوگا۔

بعث پارٹی اور عرب قومیت

ایک طرف بعث کو صرف سوشلسٹ تحریک کہا گیا اور محض اقتصادی زندگی میں اصلاح کا ارادہ ظاہر کیا گیا اور دوسری طرف سوشلزم کا عرب قومیت کے سابقہ ناطہ جوڑ دیا۔ حالانکہ عرب قومیت کا فلسفہ وفکر جس بنیاد پر قائم تھا وہ یہ تھی کہ عرب اقوام کسی بیرونی فلسفہ زندگی کو درآمد کرنے کے بجائے اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت کو زندہ کریں اور اسے فروغ دیں۔ ان کے درمیان وجہ اشتراک ان کی زبان ان کی مشترکہ تاریخ ان کی مشترک تہذیب وثقافت اور اس کے مشترک مسائل ہوں سوشلزم کا نعرہ عربوں کے درمیان وجہ اشتراک کے بجائے وجہ تفریق تھا۔ کیونکہ اس نے عرب قومیت کے نظریہ کے برعکس طبقاتی جنگ کو دعوت دی اور عربوں کو محنت کش اور سرمایہ دار ترقی پسند اور رجعت پسند انقلابی اور انقلاب دشمن طبقوں میں تقسیم کیا اور اپنے محبوب طبقے کو دوسرے طبقے کے خلاف قتل وقتال کے لیے ابھارا لیکن سوال

پیش لفظ

اسلامی ممالک میں سامراج اور کفر والحاد کے نمائندوں نے جب پہلی مرتبہ قدم رکھا تو انہیں ایسے اسباب وعوامل سے روبرو ہونا پڑا جو سامراجیت اور کفر وشرک کے مقابلے میں عوام کو ثبات قدم کا درس دیتے تھے اور یوں اسلامی ممالک پر سامراجی تسلط کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

یہ سامراجی ایجنٹ اسلامی دنیا میں اپنے عزائم کی ناکامی کے بعد جب اپنے اپنے ممالک واپس پہنچ گئے تو وہ اس بارے میں سوچنے لگے کہ کس طرح مسلمانوں کی جدوجہد کو ختم کیا جا سکے۔ مسلمانوں کے خون کو منجمد کرنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنے چاہیئے۔ تاکہ مسلمانوں کی قوت مدافعت دم توڑ دے۔

آخر کار سامراجیت اس نتیجے پر متفق ہو گئی کہ اس مقصد کے حصول کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے روکا جائے۔ اور روح اسلام مسلمانوں سے چھین لی جائے۔ اور صرف نام ان کے لیے رہنے دیا جائے۔ اس طرح اسلامی ممالک میں سامراجی نسخہ تیار کیا گیا اور اس کے مطابق عمل شروع ہوا۔ اب تک مسلمان اور دنیا کے ستم رسیدہ مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے سربراہان صرف اسلامی نعروں پر اکتفا کرتے ہیں اور ان نعروں کے درپردہ دوسرے مقاصد کارفرما ہوتے ہیں سپر طاقتوں نے ایران، لبنان اور افغانستان میں انسانیت سوز جرائم اور ظلم وستم کے وحشیانہ مظاہر کئے

یہ ہے کہ سوشلزم کے ساتھ بعث کے بانی کو عرب قومیت کا نغمہ الاپنے کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ اس کا جواب بھی اس نے خود دیا کہ اس مرحلہ میں عربوں کے لیے واحد محرک عرب قومیّت ہے عرب قومیّت ایک ایسا پاس ورڈ بن چکا ہے جو تنہا عربوں کے دلوں کے تار ہلانے کے لیے کافی ہے عرب قومیت کی دعوت ان کے دل کی گہرائیوں میں اترنے میں دیر نہیں لگائی اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ جس دور میں بعث پارٹی نے سوشلزم کی تبلیغ شروع کی تھی اس وقت عربوں کے دل و دماغ پر صرف ایک ہی نظریہ چھایا ہوا تھا اور وہ تھا عرب قومیّت کا نظریہ۔

وہ اس نظریہ کے سوا کسی دوسری بات پر کان دھرنے کے لیے تیار نہ تھی چنانچہ بعث پارٹی مجبور تھی کہ وہ سوشلزم کو لوگوں کے حلق میں اتارنے کے لیے اسے عرب قومیّت کی چاشنی دے ورنہ عرب قومیّت کوئی مقصود بالذات نظریہ نہیں تھا۔

بعث ازم کے اجزائے ترکیبی

سوشلزم اور عرب قومیّت کا انمل جوڑ لگانے کے بعد مائیکل عفلق نے خود بعث ازم کے بارے میں بھی عجیب و غریب تصور پیش کیا کہا کہ بعث ازم کے اجزائے ترکیبی وحدت، حُریت اور اشتراکیت ہیں۔ اور وحدت کا مطلب یہ ہے کہ عربوں کی انقلابی قوتوں میں وحدت کار فرما ہو۔ صرف سیاسی وحدت ہی نہیں بلکہ شعور، وجدان نظریئے جذبات اور زندگی کے نقطۂ نظر کے بارے میں مکمل وحدت ہو اقتصاد، فوج اور عوامی تنظیم میں وحدت ہو۔

حریّت سے مراد انسانی ادارہ کی حریت ہے انسان کو ہر طرح کی نفسیاتی اجتماعی سیاسی اور فکری قیود سے آزاد کرنا اور بالخصوص اسے دینی خرافات کے بندھنوں سے نجات دینا اور اشتراکیت کے بارے میں اس نے وہی تصور پیش کیا جو مارکسزم کا ہے۔

میشل عفلق کے خیالات اسلام کے بارے میں

بعث پارٹی کے لیڈر نے اسلام پر بھی تند و تیز حملے کیے اس کی نگاہ میں اسلام آسمانی دین نہیں ہے بلکہ عربوں کی قومی تحریک

کی ایک کڑی ہے اور محمد رسول اللہؐ عربوں کے قومی لیڈر رہیں ہم اس کے خیالات کو اس کی زبان میں نقل کرتے ہیں۔ " اسلام عربی تحریک تھی اور اس کا ہدف عرب قومیت کی تجدید وتکمیل تھا اسلام نے جو زبان اختیار کی وہ عربی تھی اشیاء کے بارے میں اس نے جو نقطۂ نظر پیش کیا۔ وہ عربی عقل کی عینک کے تابع تھا جن اوصاف کی اسلام نے تقلیں کیں وہ سب عربوں کے اوصاف تھے اس وقت مسلم سے مراد ترقی پسند اور انقلابی عرب النسان ہوتا تھا اسلام صرف عربوں کے لیے ہے۔ یہ عرب اوصاف، عرب اخلاق اور عرب صلاحیتوں کے ماسوا اور کسی قالب میں نہیں ڈھل سکتا۔

بعث پارٹی کا بانی

بعث پارٹی ۱۹۴۰ء میں وجود میں آئی تھی اس نے چھبیس سالہ دور میں اسلام کی مخالفت میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ عرب قوم پرستی، اتحاد اور اشتراکیت کی آڑ میں اس نے الحاد اور انار کی پھیلائی ہے۔

اس پارٹی کا بانی ایک عیسائی مائیکل عفلق ہے یہ شخص ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۲ء تک فرانس میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ جب فرانس سے واپس آیا تو مدرستہ التجہیز الاولی میں اسلامی تاریخ کا مدرس مقرر کیا گیا اور تدریس کے دوران اس نے طلبہ میں بیہودہ نظریات کا پرچار کیا۔

۱۹۴۲ء میں مائیکل عفلق نے مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی پارٹی کی تنظیم کو شروع کر دی۔ مائیکل عفلق نے اسلام کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا تھا۔ اس کی تحریروں سے واضح ہے لیکن خود مسیحیت میں اس کی پختہ کاری کا یہ عالم رہا کہ اس نے باقاعدہ ویٹیکن میں حاضر ہو کر پوپ کی زیارت کی اور اس سے ایک تمغہ حاصل کیا۔

اسرائیل کے متعلق بعث ازم کا نقطۂ نظر

اسرائیل کے بارے میں عفلق کہتا ہے۔!

اسرائیل کا وجود ایک نفس الامری حقیقت ہے ہمیں اس امر کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے فنی قابلیت کے لحاظ سے اسرائیل ترقی یافتہ ریاست ہے اس کے

مقابلے میں عرب معاشرہ پسماندہ ہے اور اس پر رجعت پسندوں کی چھاپ لگی ہوئی ہے اس چیز نے اسرائیل کو اس علاقے کی ترقی یافتہ ترین ریاست بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ اب مشرق کے اندر مغرب کی تہذیب کا نیا تجربہ کر رہا ہے یہ تجربہ حوصلہ افزائی اور تحفظ کا مستحق ہے۔

بعث پارٹی کا منشور

یہاں تک ہم نے بعث پارٹی کے بانی مائیکل عفلق کے خیالات پیش کئے ہیں جو اس نے خود اپنی کتابوں میں ظاہر کئے ہیں اب ہم آپکے سامنے اس پارٹی کے منشور میں سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں اسلام کے بارے میں بعث کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔

رجعت پسند ان تمام قوانین کو جو ہمارے پچھلے قومی انقلاب میں پیش کئے گئے تھے۔ سرحدی اور ابدی حل کہتے ہیں اور انہیں ہر زمانے اور ہر ملک کے لیے قرار دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے ان قوانین کے ذریعے سے عرب قوم کو بچا لیا اور اب وہ انہی قوانین کے ذریعہ سے جو بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ عرب قوم کا گلہ گھونٹنا چاہتا ہے۔

"بیسویں صدی کی عینک سے جب ہم پچھلی تہذیبی روایات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ بالکل ہیچ اور ناکارہ نظر آتی ہیں ان کا بیسویں صدی کی انسانی سوسائٹی سے ہم آہنگ ہونا محال ہے۔"

"زندگی کی نئی اور تشکیل کے لیے تم (کامریڈوں سے خطاب ہے) جتنے حل پیش کرو گے رجعت پسند انہیں جدید اور علمی ماننے کے باوجود ناکافی کہیں گے۔

عراقی بعث پارٹی کی دساتیر

عراقی بعث پارٹی کے تمام قوانین ۹۹ ٪ فیصد سوشلسٹ خطوط پر استوار ہیں۔

عراق میں اسلامی قانون نہیں ہے مگر یہ بات ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہاں سوشلسٹ قانون پر بھی عمل نہیں ہو رہا اور حکومت کے تمام امور مملکت اور روزمرہ معاملات بغیر قانون کے چلتے ہیں

اس قانون کی دفعہ ۲۶ میں آیا ہے کہ : یکفل الدستور حریتہ الرائی و النشر و الاجتماع

والتظاہر وتاسیس الاحزاب السیاسیۃ والنقابات والجمعیات وفق اغراض الدستور وفی حدود القانون وتعمل الدولۃ علی توفیر الاسباب اللازمۃ لممارسۃ ہذہ الجمعیات التی تنسجم مع خط الثورۃ القومی التقدمی ۔

بعث پارٹی کی دستاویز آزادی عقیدہ کلچر تقریبات، میٹنگ اور سیاسی پارٹی بنانے اور تمام قسم کی امداد باہمی کو قوانین کے تحت ضمانت دیتے ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ ان تمام سرگرمیوں کو موقع فراہم کریں اور اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ قانون کہاں تک نافذ ہوا ہے اور کہاں تک حکومت اور عوام نے اس قانون پر عمل کیا ہے !

آزادی رائے وعقیدہ بعثی حکومت کی وزارت قانون نے فیصلہ کیا ہے کہ لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عراقی بعثی حکومت کے بارے اپنے خیالات و عقائد کا اظہار کر سکتے ہیں اور حکومت آزادئ فکر ونظر کی ضمانت دیتی ہے !!

اب ہم عراقی بعثی حکومت سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ہزاروں کی تعداد مسلمانوں کو جن میں ایک بھی فارسی بولنے والا نہ تھا ملک سے بدر کر دیا کیوں ؟ ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ انھوں نے وہ علماء جن کو غیر اسلامی قوانین پسند نہیں تھے ۔ جیلوں میں بھیج دیا گیا اور نہایت شدید اذیت پہنچانے کے بعد ان کو پھانسی پر لٹکا دیا ہے کیوں ؟ انہوں نے اسلامی رہنماؤں کو ملک سے نکال دیا ایک بار پھر ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں ۔ کہ آیت اللہ شہید سید محمد باقر صدر ۔ اور آیت اللہ شہید سید حسن شیرازی نے کیا گناہ کیا تھا جن کو بے گناہ شہید کیا گیا ۔ ؟

ایک بار پھر ہم عراقی بعثی حکومت سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آیت اللہ امام خمینی سید محمد شیرازی اور دیگر اسلامی مصنفین کی کتابوں میں کوئی غلط اور غیر اسلامی باتیں ہیں جن پر بلا وجہ پابندی لگا دی گئی ہے عراقی بعثی حکومت کی قانون میں ایسے تمام اقدامات کو آزادی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو لوگ عراقی بعثی حکومت

غیر قانونی اقدامات اور غیر اسلامی فیصلوں پر تنقید کرتے ہیں وہ زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان پر قسم قسم کے الزام لگا کر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔

عراقی بعثی حکومت میں جن لوگوں نے کتابوں اخبارات اور تقاریر کے ذریعے سے اپنے اپنے خیالات و نظریات کا اظہار اور عراقی بعثی حکومت کی غیر قانونی فیصلوں پر تنقید کیا ہے ان کو ہولناک اذیت پہنچانے کے بعد تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا ہے یہ تھا بعثی قانون میں آزادی نظر کات کا تصور۔

آزادی مطبوعات: اب یہ دیکھنا ہے کہ عراقی بعث پارٹی کی دساتیر د قانون میں آزادی مطبوعات ہیں یا نہیں ؟

جب سے عراق میں بعث پارٹی نے اقتدار پر قبضہ کیا ہے اس وقت سے انہوں نے تمام مطبوعات مثلاً اخبارات رسائل اور تمام کتب پر قبضہ کیا ہے اور تمام نشر و اشاعت کو اپنے مفادات کے مطابق چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

عراق میں کوئی بھی اخبار۔ رسالہ یا کتب اپنے نظریات و افکار کے مطابق مضامین شائع نہیں کر سکتے ہیں اس ملک کے اخبارات اور کتابوں میں کوئی بھی اسلامی مضامین یا کوئی بھی ایسا مضمون جس کا روح اسلامی ہو چھپ نہیں سکتا۔ بعث پارٹی نے تمام ان مصنفین کو گرفتار کر کے جیلوں میں بھیج دیا۔ جنہوں نے عراق پر بعث پارٹی کی حکومت سے قبل اسلامی مضامین اور کتابیں لکھی تھیں۔

عراقی بعثی حکومت نے بے شمار مضمون نگاروں اور افسانہ نگاروں کو قتل کر دیا۔ آزادی مطبوعات کا ایسا تصور دنیا کے کسی بھی خطے میں نہیں ملتا ہے۔

اجتماعات کی آزادی عراق میں بعثی حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص یا گروہ کانفرنس یا اجتماع کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ بلکہ مذہبی اور دینی اجتماعات بھی حکومت کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی گروہ یا شخص حکومت کی اجازت کے بغیر کانفرنس یا اجتماع منعقد کریں تو ان کو سنگین سزا دی جاتی ہے۔

کربلا و نجف میں ۱۹۷۹ء میں ماہ محرم الحرام کے موقع پر جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے جلوس نکالا تو بعثی حکومت نے ان پر گولی چلا کر ہزاروں کی تعداد میں بے گناہ لوگوں کو شہید کر دیا۔

مزدور اور انجمنیں جیسا کہ بعث پارٹی کے دستور میں ذکر کیا گیا تھا کہ سیاسی پارٹی بنانے کی اجازت ہوگی اب اگر عراقی بعثی حکومت پر نظر ڈالیں تو اس میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عراقی حکومت نے ہر قسم کی سیاسی انجمنوں اور پارٹیوں پر پابندی لگائی ہوئی ہے سیاسی مخالفین جیلوں میں ڈال کر تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے اور ملک میں تمام سیاسی جماعتیں کالعدم قرار دے دی گئیں۔

عراقی بعثی حکومت کی دفعہ ۲۲ء میں لکھا ہے کہ !

(۱) کرامۃ الانسان مصونہ وتعدم ممارسۃ ای نوع من انواع التعذیب الجسدی والنفسی۔

ترجمہ : انسانی شرافت وکرامت محفوظ ہے اور انسانیت کو کسی قسم کی تکالیف اور اذیت دینا ممنوع ہے۔

(۲) لا یجوز القبض علی احد او توقیفہ او حبسہ او تفتیشہ الا وفق احکام القانون۔

ترجمہ : لوگوں کی گرفتاری اور ان کو جیلوں میں ڈالنا جائز نہیں مگر قانون کے مطابق ....

(۳) للمنازل حرمتہ لا یجوز دخولها او تفتیشها الا وفق الاصول المحددۃ بالقانون؛

ترجمہ ، گھروں میں بلا وجہ جانا ناجائز ہے مگر وہ اصول جو قانون کے مطابق محدود ہے۔ اگر ہم پندرہ سالہ بعثی دور پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس ظالم پارٹی نے بے شمار لوگوں پر ظلم وستم کیا ہے۔

عراقی بعثی حکومت نے جیلوں میں ملک کی تمام سیاسی اور عام قیدیوں پر ایسے ظلم کیے ہیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اس حکومت نے روس کی ایماء پر ملک میں قتل و عام کا ایک بازار گرم کر رکھا ہے یہ حکومت اس پالیسی اور سیاست پر عمل کر

رہی ہے جس پر لینن، سٹالین اور بریزنیف عمل پیرا تھے۔

عراقی بعثی حکومت نے جن لوگوں کو (قصر النہایۃ) جیل میں قید کر رکھا ہے ان پر طرح طرح کے مظالم کر رہے ہیں۔ ان کو بجلی کا کرنٹ، بجلی کی کرسی پر بٹھانا سانپوں اور بچھوؤں کے ذریعے سے ان کو اذیت پہنچانا ... اور پھر لاتعداد افراد کو نہایت اذیت پہنچانے کے بعد تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

عراقی خفیہ سروس (انٹیلی جنس) اڑھائی لاکھ افراد پر مشتمل ہے یہ تنظیم حکومت کے خلاف کارروائیوں کی اطلاع دیتی ہے۔

۱۹۷۲ء میں روس کے یوری اندروپوف اور صدر صدام حسین کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس سے عراقی انٹیلی جنس سروس کو روسی انٹیلی جنس (K-G-B) کے خطوط پر استوار کیا گیا معاہدے میں کہا گیا تھا کہ عراقیوں کو روسی تربیت دیں گے۔ معاہدے میں لکھا ہے کہ عراق مشرق وسطیٰ کے بارے میں اہم خفیہ معلومات روس کو دیتا رہے گا اس معاہدے کے بعد لاتعداد روسی خفیہ سروس کے۔جی۔بی کے ایجنٹ عراق پہنچ گئے جہاں وہ مشرق وسطیٰ کے ممالک کے بارے میں اہم معلومات جمع کر رہے ہیں۔

عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس نے اب تک لاتعداد بے گناہ مسلمانوں کو نہایت سنگین اذیتیں پہنچائیں ہیں۔ عراقی بعثی حکومت کی فوجوں نے گھروں میں گھس کر عورتوں کو بے عزت کر کے بچوں کو ہلاک کر دیا۔ جن لوگوں کو گرفتار کر گیا ان کو جیلوں میں بھیج دیا گیا اب ہم عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس پر بحث کریں گے۔ جس نے ایران کے خلاف کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں۔

۲۰ جون ۱۹۷۳ء کو عراقی جنرل سیکورٹی ڈائریکٹوریٹ کا سربراہ جنرل ناظم کازار معمول کے خلاف بہت سویرے اٹھا ٹھیک سات بجے وہ اپنے دفتر میں بیٹھا جہاں وہ وزیر دفاع حمید شہاب وزیر داخلہ سعدون گیلان گورنر بغداد خیر اللہ طلفاح اور دیگر اہم سیاسی شخصیات کو فون کر رہا تھا اس نے ان سب حضرات کو الیکٹرانک

مانیٹرنگ سنٹر کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی دعوت دی مہمانوں سے اس کا محل وقوع خفیہ رکھا گیا تھا انہیں علیحدہ علیحدہ اس خفیہ مقام کی طرف لے جایا گیا جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے غیر متوقع طور پر خود کو زیر حراست پایا۔

ناظم کازار نے عراقی بعث پارٹی میں زمانہ طالب علمی میں شرکت کر لی تھی۔ اور وہ نائب صدر صدام حسین کے وفادار حامیوں میں سے تھا ..... بلکہ صدام حسین ہی کے اثر و رسوخ سے وہ اس اعلیٰ عہدے تک پہنچا تھا یہ ایک پہلا واقعہ تھا کہ کسی غیر فوجی افسر کو جنرل کے عہدے پر فائز کیا گیا نائب صدر صدام حسین کی ہدایت پر کازار نے برسر اقتدار بعث پارٹی کی حکومت اور قیادت کو مستحکم بنانے کے لیے متعدد اقدامات بھی کئے تھے۔

اہم وزراء کی گرفتاریوں کے بعد اگلا قدم اس روز شام کے چھ بجے اٹھایا جانا تھا۔ جب صدر مملکت احمد حسن البکر نے پولینڈ کے دورے سے واپس وطن لوٹنا تھا..... کازار نے اپنی خفیہ سروس کے بہترین نشانہ بازوں کو ہوائی اڈے پر روانہ کر دیا تھا..... ان کا ظاہری مقصد تو صدر احمد حسن البکر کے خیر مقدم کے لیے جمع ہونے والی استقبالیہ پارٹی کی حفاظت تھی۔ لیکن حقیقی مشن طیارے سے اترنے والے صدر کو قتل کرنا تھا۔"

تاہم ناٹک ادھورا رہ گیا ..... بعض وجوہ کی بنا پر صدر کا طیارہ وقت پر بغداد پہنچ نہ سکا۔ کرائے کے قاتل اس تاخیر سے گھبرا گئے ان کے پاس کوئی متبادل منصوبہ موجود نہیں تھا قاتلوں کے سرغنہ نے یہ مطلب اخذ کیا کہ شاید ان کی سازش منکشف ہو گئی ہے چنانچہ فوری طور پر وہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہوائی اڈے سے واپس چلا گیا ایک روایت کے مطابق تاخیر کی وجہ نائب صدر صدام حسین کی چھٹی حس تھی ..... انہوں نے ساڑھے چار بجے اپنے سینئر وزراء کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ جنرل سیکورٹی کے سربراہ سمیت یہ تمام لوگ صبح سے غیر حاضر تھے۔ احتیاط کی غرض سے انہوں نے ہوائی اڈے پر اضافی

پولیس طلب کی جب سازشیوں نے دیکھا کہ ہوائی جہاز کی آمد میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی ہے اور ہوائی اڈے پر حفاظتی انتظامات زیادہ سخت کر دیے گئے تو انھوں نے منظر سے غائب ہو جانے ہی میں اپنی عافیت دیکھی۔

اس دوران سازش کے منصوبے کا معمار کازار اپنے ٹیلی ویژن سیٹ کے پاس منتظر رہا۔ آٹھ بجے شب صدر احمد حسن البکر کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا۔ استقبال کی تمام فلم ٹیلیویژن پر برابر دکھائی جا رہی تھی۔ لیکن کوئی حادثہ نہ ہوا۔۔۔ کسی کونے سے گولی نہیں چلی۔ اس وقت کازار کو اندازہ ہوا کہ اس کا منصوبہ تو دھرے کا دھرا رہ گیا کسی توقف کے بغیر اس نے اپنے گیارہ یرغمالیوں اور حواریوں کے ایک مختصر گروہ کو دس بکتر بند کاروں میں سوار کیا۔ اور ایران کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا تاہم ابھی تک اس نے امید کو مکمل طور پر ترک نہیں کیا تھا۔

اپنی کار میں نصب ریڈیو ٹرانسمیٹر سے اس نے عراقی قیادت سے اپیل کی کہ وہ پارٹی سے موقع پرستوں کے اخراج ۔۔۔ اسرائیل کے خلاف بھرپور جدوجہد اور کردوں کے خلاف لڑائی سے متعلق اس کے اصولی مطالبات تسلیم کر لیں ورنہ یرغمالی وزراء کو قتل کر دیا جائے گا۔

ان مطالبات کا مقصد اقتدار پر قبضہ کے لیے اپنی ناکام کوشش کو نظریاتی رنگ دینا تھا۔۔ فوری طور پر فوجی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے باغیوں کا تعاقب کیا گیا اور ایرانی سرحد سے بائیس کلومیٹر کے فاصلے پر انہیں گھیرے میں لے لیا گیا ہتھیار ڈالنے سے قبل کازار نے دو [illegible] وزیروں کو گولی ماردی۔ وزیر دفاع موقع پر ہلاک ہو گیا پکڑے جانے کے بعد کازار اور اس کے ساتھیوں پر مقدمہ چلا۔ کازار سمیت ۳۵ افراد کو پھانسی دے دی گئی۔"

پھانسیاں۔ قتل و تشدد عراقی سیاست کی مسلمہ روایت بن چکا ہے ہر نئی لیڈر شپ اپنے قصرِ اقتدار کی تعمیر مخالفوں کی کھوپڑیوں سے کرتی چلی آئی ہے۔

۱۹۷۱ء کے آغاز میں ایک سو پچاس افراد کو سیاسی وجوہ پر پھانسی چڑھایا گیا نومبر

۱۹۶۸ء میں پہلی بعث حکومت کے وزیر خارجہ ہائی نصر کو پراسرار حالات میں قتل کر دیا گیا فروری میں سابق کرنل عبدالکریم مصطفےٰ کو نامعلوم افراد نے گولی کا نشانہ بنا دیا بعض لوگوں کو جیل میں قتل کر دیا گیا۔

عراق سے باہر بھی حکومت کے نکتہ چینیوں کا تعاقب کیا جاتا رہا۔ مارچ ۱۹۷۱ء کو عراق کے سابق نائب صدر جنرل تکریتی کو الجزائر میں جبری جلاوطنی کے دوران قتل کر دیا گیا قاتل فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اگلے سال فروری میں لندن میں پناہ گزین سابق عراقی وزیر اعظم جنرل عبدالرزاق النائف پر قاتلانہ حملہ کیا گیا حملہ آوروں کو گرفتار نہ کیا جاسکا۔

سیاسی مخالفین کو چھوڑ کر عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس نے زیادہ تر ایران اور مصر کے خلاف اپنی توجہ مرکوز رکھی۔

اس کے برعکس ایران کے معاملے میں عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس ہمیشہ سے چوکس رہی ہے اس سلسلے میں محض خفیہ اطلاعات کے حصول ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سابق شاہ کے مخالفوں کی مدد بھی کی۔ جاسوسی کے میدان میں عراق اور مشرقی جرمنی کے درمیان تعاون کوئی نئی راز کی بات نہیں ہے۔ ۱۹۷۲ء کے آغاز میں تقریباً ایک سو بیس ایرانیوں کو جاسوسی اور تخریب کاری کے الزام میں گرفتار کر کے گولی مار دی گئی۔

ایران کے خلاف عراق کی انٹیلی جنس خفیہ سروس کی بین الاقوامی سرگرمیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فروری ۱۹۷۳ء میں اسلام آباد میں عراقی سفارتخانے سے جو اسلحہ برآمد ہوا وہ پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ ایرانی صوبہ بلوچستان کے باغیوں کی مدد کے لیے روانہ کیا جاتا رہا۔ یہ اسلحہ جو بظاہر سفارت خانے کی ڈاک کے تھیلوں اور پیٹیوں میں بند تھا تین سو جدید رائفلوں اور بارود کی بھاری مقدار پر مشتمل تھا اس واقعہ کے بعد پاکستان اور عراق کے درمیان تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔

سیارہ ڈائجسٹ مشرق وسطیٰ نمبر ۲۱۲ واں شمارہ ستمبر ۱۹۸۰ء کراچی پاکستان

گئے نگران حیوانیت انگیز جرائم پر اقوام متحدہ سلامتی کونسل نیز دیگر تمام نام نہاد بین الاقوامی ادارے حسب عادت خاموش رہے۔ اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ روس اور امریکہ کی وحشت آمیز دست درازیوں کے جواب میں جب بھی مظلوم ایرانیوں اور افغانوں کی جانب سے کوئی دندان شکن دفاعی اقدام کیا جاتا ہے تو انسانیت کا کلمہ پڑھنے والے تمام درندہ صفت خاموش تماشائی یکبارگی چیخ و پکار کرنے لگتے ہیں۔

"تاریخ بشریت میں چنگیز خاں، ہلاکو خاں اور دیگر وحشی انسانوں کی بربریت کے سینکڑوں واقعات موجود ہیں جنہوں نے شہروں کے شہر جلا کر خاک کر دیئے ہزاروں انسانوں کو بے گھر کر کے ہزاروں لوگوں کا قتل عام کیا۔

اگرچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے ایسے وحشیانہ واقعات کم نظر آتے ہیں۔ لیکن بڑی طاقتیں اپنے دست نگر علاقوں میں ایسے ہی وحشیانہ واقعات پھر بھی دہراتی رہتی ہیں دور حاضر میں بہت سے ایسے افراد موجود ہیں جو بڑی طاقتوں کے مفاد کی خاطر اور خصوصاً خلیج کی جنگ میں "پولیس مین" کا کردار ادا کرنے کے لیے ایسے جرائم کا مرتکب ہوئے ہیں جن سے چنگیز خاں کی روح بھی کانپتی ہوگی۔

کسی زمانے میں صدام حسین اپنے آپ کو اسرائیل کا سب سے بڑا مخالف اور مصر کو اسرائیل سے معاہدے کرنے کے جرم میں تمام بین الاقوامی اداروں سے نکال باہر کرنے کی جدو جہد کا سربراہ ظاہر کرتا تھا۔ لیکن عراق کی طرف سے ایران پر مسلط کردہ طویل مدت جنگ میں صدر صدام حسین کا اصل چہرہ بے نقاب ہوگیا

صہیونی حکومت نے دنیائے عرب پر متعدد جنگیں مسلط کی ہیں مسلّم بات ہے کہ یہ جنگیں امریکہ کی قیادت اور مغرب کی حمایت کے بغیر انجام نہیں پائی ہیں اور نہ پائیں گی۔ دوسرے الفاظ میں اسرائیلی حکومت مغربی و مشرقی سامراج کی حمایت کے بغیر ایک دن بھی اپنی غیر قانونی زندگی کی گاڑی نہیں کھینچ سکتی۔

تاہم جب عراقی بعثی حکومت نے اپنے ہاں کام کرنے والے بیس ہزار پاکستانیوں کے اخراج کی دھمکی دی تو پاکستان نے تمام اسکینڈل کو دبا دیا عراقی حکومت نے یہ قدم جوابی کارروائی کے طور پر اٹھایا تھا کیونکہ ایران عراق کے خلاف باغی کردوں کی مسلسل حمایت کرتا رہا۔

عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس کا ایک کام اپنے ملک میں غیر ملکی جاسوسوں کی سرگرمیوں کا سدباب بھی رہا ہے۔

ستمبر ۱۹۶۷ء میں ماسکو میں سابق فوجی اتاشی کرنل اسعد کو اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا کہ اس نے روسی حکام کو عراق کے فوجی نقشے دے دیئے تھے۔ دو سال بعد مشہور صحافی عبد الخیاط کو سی آئی اے کے لیے خفیہ اطلاعات فراہم کرنے کے جرم میں پھانسی دے دی گئی۔

جولائی ۱۹۷۱ء میں عراق میں موجود ہیں سفارت کاروں کو جاسوسی کے الزام میں ناپسندیدہ شخصیت قرار دیکر ملک سے نکال دیا گیا۔

عراقی انٹیلی جنس خفیہ سروس ہر روز انقلاب اسلامی ایران کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے۔"

سیارہ ڈائجسٹ (مشرق وسطیٰ) ستمبر ۱۹۸۰ء کراچی

عراقی بعثی حکومت

جولائی ۱۹۷۹ء کے جشن کے دوران عراق کے عوام اور بعث جماعت کے اراکین نے اچانک حسن البکر کا چہرہ ٹیلی ویژن کی سکرین پر دیکھا انہوں نے اپنی تقریر کے ذریعے اعلان کیا کہ وہ صدام حسین کے حق میں صدر جمہوریت کے منصب سے دستبردار ہو رہے ہیں اس کا سبب جو محض ایک بہانہ تھا۔ انہوں نے اپنی خانگی پریشانیاں اور بیماری قرار دیا اس وقت عراق کے عوام نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک خودسر حکمران کی گرفت سے نکل کر دوسرے جابر کے جنگل میں پھنس گئے ہیں۔ انہیں یہ بھی احساس ہو گیا کہ صدام کے صدر جمہوریہ کے عہدے پر آنے کے بعد بعث پارٹی بُری طرح ان کی سرکوبی کرے گی

عراق کے سیاسی راہنماؤں اور اس ملک کے ذرائع ابلاغ نے حسن البکر کے اس جمہوریت پسندانہ فیصلے کا خیر مقدم کیا انہوں نے ان کی اس اقدام کی ستائش کی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے متعلق یہ پرچار شروع کر دیا کہ حسن البکر کا یہ فیصلہ ان کے انقلاب پسندانہ جذبے کا آئینہ دار ہے کیونکہ اس صورت میں بعث پارٹی اس امر کی اجازت دے گی کہ انقلابی حکمران مجلس شوریٰ کے سیاسی راہنماؤں میں اور اس منطق کے فرمانروائی کے تحت عراق کی بہتر طور پر رہنمائی کر سکیں۔

جولائی کا جشن تمام ہوا صدر ہمیشہ کی طرح خوشیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کے سامنے مسکرا رہا تھا اس موقع پر شاعروں نے تہنیت کے اشعار پڑھے اور گویوں نے اس کی قیادت و رہبری کی تعریف میں گیت گائے ..... یہ پہلا موقع تھا

جب کہ صدام کو جانباز فوق البشر جیسے اوصاف سے نوازا گیا

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدام کے برسراقتدار آنے سے قبل تمام گیتوں میں بعث پارٹی، عرب قوم، عرب قومیت اور اشتراکیت کے گن گائے جاتے تھے۔

صدام بھی اپنی جگہ ان گیتوں اور ترانوں سے خوش تھا وہ ان کو سن کر مسکراتا اور اس امر کی کوشش کرتا کہ فلموں میں کام کرنے والے فنکاروں کی طرح ایکٹنگ کرے اس سے پہلے کہ صدام صدر ریاست کے عہدے پر قبضہ کرے یہ کہا جاتا تھا کہ بعث پارٹی اور صدر جمہوریہ کے محل میں بہت سے بااثر اشخاص موجود ہیں۔ جن میں بیگم عبدالجلیل ،، حسین۔ محبوب۔ محمد۔ عالیش وغیرہ کا شمار انتہائی اہم افراد میں ہوتا ہے ان میں سے بعض لوگ احمد حسن البکر کے قریب تھے۔ اور ان کو صدام ہی کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا صدام نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد اپنے تمام دشمنوں کو قتل کر دیا۔ احتمال قوی یہ ہے کہ اس نے یہ کام امریکہ کے حکم سے کیا تھا۔ کیوں کہ اس کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آئندہ اس کی مخالفت پر اتر آئیں چنانچہ اس نے ان کو نیست و نابود کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ ،،

ماہ اگست ۱۹۷۹ء ہی میں اعلان کیا گیا کہ صدام کے خلاف بہت بڑی سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ اور اس کو ناکام بنا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد صدام ٹیلی ویژن کے اسٹیج پر ظاہر ہوا جس میں اس کو روتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ اور اس گریہ وزاری کا سبب یہ تھا کہ وہ اس بات کا ماتم کر رہا تھا کہ بعث پارٹی میں بددیانتی شروع ہو گئی ہے۔ لیکن چند منٹ کے بعد اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور عوام سے خطاب کیا اور کہا کہ! جو لوگ اپنے عوام سے مکروفریب کرتے ہیں ان کی پاداش تلوار ہے۔

۸ / اگست کے دن بعث پارٹی کے اکیس افراد کو قتل کر دیا جن کا بعث پارٹی پر بہت گہرا اثر تھا قریب تھا کہ صدام بعث پارٹی کے قومی فرمانداء کے معاون کو بھی تہ تیغ کر دے۔ لیکن شاہ حسین کی مداخلت کے باعث ان کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا لیکن ان کی تمام تالیفات نیست و نابود کر دی گئیں۔ اس کے برخلاف صدام نے

اپنی تصنیفات کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کی تا کہ خود کو بعث جماعت کے نظریاتی نقیب کی حیثیت سے عوام کے سامنے پیش کر سکے۔

قتل کا یہ اقدام بعث پارٹی کے ارکین کو ڈرانے دھمکانے کے لیے کافی تھا اور اس غرض سے کیا گیا تھا کہ لوگ اس جگت استاد (صدام حسین) کی اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور ہو جائیں۔ صدر صدام نے اپنے اس عمل سے ثابت کر دیا کہ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے کیوں کہ اس نے اپنے تمام دوستوں اور ہر اس شخص کو قتل کر ڈالا جو اس کے نزدیک تھا۔ وہ پکار پکار کر کہتا تھا کہ ! خدا کی قسم اگر میری راہ میں میری بیوی اور بچی بھی آئیں گے تو تیزاب میں ڈال کر ان کے گوشت و پوست کو گلا کر رکھ دوں گا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ لوگوں کا اضطراب اور صدام کی جانب سے سرکوبی کا اقدام اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا اور گھٹن کی یہ کیفیت تھی کہ کسی شخص میں یہ بھی ہمت و جرات نہ رہ گئی تھی کہ وہ اپنے نزدیک ترین دوست حتیٰ کہ اپنی سے بھی اپنے دل کی بات کہہ سکے۔"

اس کے بعد صدام نے پورے طور پر اقتدار حاصل کر لیا وہ حکومت بعث پارٹی اور پورے عراق پر قابض ہو گیا۔ اور اس طرح امریکہ کے چھ مقاصد میں سے چار مقاصد پورے ہو گئے جو درحقیقت ان دو کو حاصل کرنے کا پیش خیمہ تھے۔ جن کے لیے بعد میں اقدام کیا گیا۔ ان دو مقصدوں میں سے ایک تو یہ تھا کہ ایران کے اسلامی انقلاب کو سرنگوں کر دیا جائے۔ اور دوسرا اس تمام اسلحہ کو نیست و نابود کر دینا جو ایران کے دست تصرف میں ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ صدام ہی امریکہ اور اسرائیل کے مقاصد و ارادوں کو عملاً پورا کر سکتا ہے کیوں کہ انہیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ فلسطین کی آزادی کے مسئلے کو جو تمام عرب حکومتوں اور بعث پارٹی کے ہاتھ میں محض ایک نعرہ ہے جسے ایران کا انقلاب اپنی اسلامی تحریک کے ذریعے حقیقی انقلاب میں تبدیل کر دے گا اور اس تحریک کو ہوا دینے کے لیے نعرہ تکبیر بلند کر دینا ہی کافی ہے۔

عراقی قوم کو ۸ ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کے روز بعث پارٹی کے رہنماؤں کے قتل کیے جانے

پر افسوس تو نہیں ہوا۔ البتہ اس پر تشنج کی کیفیت طاری ہوگئی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ خدایا! تو ان کو انہی کی لائی ہوئی بلاؤں میں گرفتار کر دے۔ کیونکہ جس طرح قاتل مقتول سے بہتر نہیں ہوتا اسی طرح مقتول بھی قاتل سے کسی اعتبار سے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ تشنج کی وجہ یہ تھی کہ عراقی قوم نے محسوس کر لیا تھا کہ ایک بار پھر کشت و خون کے واقعات سرزمین عراق کی منظر گاہ پر رونما ہونے لگے ہیں۔

اس کے بعد کشت و خون کے حادثات میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونے لگا اور لوگوں کے لیے سیاہ ماتمی لباس پہننا ایک معمولی امر بن کر رہ گیا۔

اگست ۱۹۷۹ء سے مارچ ۱۹۸۰ء تک مسلسل آٹھ ماہ کے عرصے میں کشت و خون کے واقعات و حادثات اپنی انتہا پر پہنچ چکے تھے۔ ۱۹۸۰ء کے اوائل میں آیت اللہ محمد باقر صدر اور ان کی ہمشیرہ بنت الہدیٰ کو صدام کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔

آیت اللہ صدر ان عظیم ہستیوں میں سے ایک تھی جنہوں نے دور جدید کے مارکیسٹ اور کمیونیسٹ نظریات سے جنگ کی اور اسلام کی برتری اور اسلامی احکام کی اشاعت کے لیے کوشاں رہے انہوں نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھیں۔ ان کی کتابوں "الا (فَلْسَفَتُنَا)" (ہمارا فلسفہ) "الاِقْتِصَادُنَا" (ہمارے اقتصادیات) نے عالمی شہرت حاصل کی یہ دو کتابیں مبادی و اصول اسلام کی مدلل کتابیں ہیں اور لادینی نظریات سوشلزم اور کمیونزم کو مدللانہ طور پر نابود کر دیا تھا۔ ان کتابوں کی عالم عرب میں اشاعت کی وجہ سے عرب نیشنلزم اور بعث ازم کے بت پاش پاش ہو گئے۔ آیت اللہ صدر شہید نے ایک اسلامی پارٹی (حزب الدعوۃ الاسلامیۃ) کی بنیاد رکھی جو آج بھی عراق کے اندر اور باہر خفیہ اور آشکار اسلامی تحریک چلا رہی ہے لیکن آیت ..... صدر کی طرح اس پارٹی کے دیگر تمام ارکان کو پھانسی دی جس رات انہیں پھانسی دی گئی..۹۰ نوجوان اور علماء کو پکڑ کر بعد میں پھانسی دی پھر بصرہ میں اس پارٹی کے دس ارکان کو پھانسی دی گئی ۱۹۸۴ء میں آیت اللہ عظمیٰ حکیم مرحوم کے خاندان کے ۵ افراد کو اور ۱۹۸۵ء کے مارچ میں اسی خاندان کے ۱۰ افراد کو جو سب کے سب بلند پایہ علماء دین اور دینی راہنما تھے شہید کیے گئے۔

عراق اور روس کے تعلقات

۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل کی جنگ کے بعد جب بغداد اور واشنگٹن کے درمیان سیاسی تعلقات توڑ دیئے گئے۔ تو روس نے اس موقع پر عراق کے ساتھ اپنے تعلقات کو مستحکم بنانے کے لیے بہترین فرصت تصور کیا۔ عراق میں انقلاب آنے کے بعد روسی حکومت نے عراق کے ساتھ اپنے تعلقات کو مستحکم بنانے کے لیے ایک نئے مرحلے کا آغاز کیا یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بغداد کی برسر اقتدار پارٹی خود کو اپنی اصطلاح میں عوام کے ارمانوں کا محافظ خیال کرتی تھی۔

لہذا اس نے ۱۹۷۲ء کے اپریل کے اوائل میں روس کی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جس کے تحت عراق اور روس کے درمیان باہمی تعاون کے سلسلے میں ایک دس سالہ معاہدہ پر دستخط ہوئے تھے۔ اور یہی معاہدہ ان دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو از سرنو استوار کرنے کے سلسلے کی پہلی کڑی تھی مذکورہ معاہدے میں کیونکہ فوجی امور سے متعلق بھی قراردادیں منظور ہوئی تھیں لہذا اس معاہدے کی رو سے ماسکو کی حکومت پر علاوہ اس کے کہ وہ عراق میں اپنے فوجی اڈے قائم کرے اور اپنے فوجی ماہرین کو عراق بھیجے، یہ فرض بھی عائد ہوتا تھا کہ وہ عراق کو سالانہ ایک ارب پانچ سو ملین ڈالر کا اسلحہ بھی فراہم کرے۔

چنانچہ ۱۹۷۲ء کے معاہدے اور قراردادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے سلسلے میں عراقی وزیر خارجہ طارق عزیز نے ۱۹۸۰ء میں ماسکو کا دورہ کیا۔

طارق عزیز نے دورہ ماسکو کے ٹھیک سات دن بعد روسی صدر برزنیف نے ایران اور عراق دونوں کو روس کے دوست ممالک کے عنوان سے تعبیر کرتے ہوئے دونوں ممالک سے درخواست کی تھی کہ وہ جنگ کو ختم کریں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ طارق عزیز کے دورہ ماسکو کے بعد روسی سامراج نے عراق کو مزید ۲۵۰ ٹینک فراہم کیئے۔

مذکورہ جنگی ساز و سامان اور دوسرا جنگی اسلحہ براہ راست مشرقی جرمنی اور پولینڈ سے لاکر عراق کے حوالے کر دیا۔ صدام حسین نے اسلحہ کی فراہمی پر روسی حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ اور "الابناء" کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ روسی حکومت نے ایران کے خلاف ہمارے منصوبوں اور اقدامات کی تائید کی ہے۔

۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء کو روس کے صدر برزنیف نے عراق اور روس کے درمیان دوستی اور باہمی تعاون کے سلسلے میں ہونے والے معاہدہ کی دس سالہ مدت ختم ہونے کے موقع پر صدر صدام کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں روسی صدر نے دونوں ملکوں کے درمیان دوطرفہ تعاون اور باہمی دوستی کو مزید مستحکم بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا نیز اسی زمانہ میں ہی روس نے عراق کے ساتھ مل کر مستقل طور پر اقتصادی اور فنی میدانوں میں دوطرفہ تعاون بڑھانے کے سلسلے میں مذاکرات کئے چنانچہ اس ضمن میں روس کی سیاسی اور امور خارجہ کمیٹی کے چیئرمین مسٹر سائمن سکا چیف نے بغداد کا دورہ بھی کیا تھا۔

۱۷ جون ۱۹۸۱ء کو عراقی نائب وزیر اعظم طٰہٰ یٰسین رمضان نے ماسکو میں اعلیٰ روسی حکام سے ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات میں عراق کے وزیر صنعت اور وزیر خارجہ بھی ہمراہ تھے۔ دورہ ماسکو کے دوران وزیر اعظم نے دو دفعہ روسی وزیر اعظم سے ملاقات کی تھی نیز اسی دورہ کے نتیجے میں روس اور عراق کے درمیان اقتصادی امور سے متعلق ایک اور معاہدہ پر دستخط ہوئے تھے۔

طٰہٰ یٰسین رمضان نے یکے بعد دیگرے روس کے اعلیٰ حکام سے جو ملاقاتیں کی ہیں اس کی وجہ سے عراق کو روس کی طرف سے براہ راست اسلحہ فراہم کرنے کی بجائے جنگ کے لیے عراق کو جس قدر اسلحہ درکار تھا اسے مشرقی یورپ کی وساطت سے پورا کیا گیا۔

۱۶ جولائی ۱۹۸۱ء کو عراق اور یوگوسلاویا کے درمیان ۵،۷ ملین ڈالر نامی قرارداد پر دستخط ہوئے جس کے نتیجے میں صرف ۱۹۸۲ء میں یوگوسلاویہ اور عراق کے درمیان ۵/۲۰۶ ملین ڈالر کے مساوی صادرات کا تبادلہ ہوا تھا۔ روسی اعلیٰ حکام نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں اعلان کیا کہ روسی حکومت عراق میں ایک ایسا دفاعی سسٹم قائم کرنے میں مصروف ہے جس کے ذریعے سے فضائی پیچیدہ حملوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد فوجی باخبر ذرائع کی اطلاع کے مطابق روس نے عراق میں اس دفاعی سسٹم کے قیام کے لیے فوجی ماہرین کے علاوہ فوجی ٹیکنیشنز کی ایک جماعت کو مستقل طور پر عراق بھیجا تاکہ یہ لوگ عراق میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد اس سسٹم میں رونما ہونے والے نقائص کو دور کرنے کا کام کر سکیں۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مذکورہ بالا دفاعی سسٹم جو عراق میں روسی سامراج نے عراق کو فضائی حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے قائم کیا تھا اس کو مستحکم بنانے کے بعد روس اور عراق کے درمیان کشتی رانی کے معاملات کے بارے میں دوطرفہ تعاون سے متعلق ایک معاہدے پر دستخط ہوئے اور اس معاہدے کے بارے میں باخبر ذرائع ابلاغ نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ دونوں ممالک کے درمیان ہونے والا یہ معاہدہ سمندری راستوں بالخصوص بحیرۂ احمر کے راستے عراق کو روسی اسلحہ کی فراہمی کو یقینی بنانے کا ایک منصوبہ تھا

صدر برزنیف کے انتقال کے بعد عراق کو ۱۲۷ ٹینک، ۲۷ مگ طیارے مال بردار جہاز اور ۱۲۔ SS اور ۲۱ SS میزائل کے علاوہ فضا میں مار کرنے والے میزائل فراہم کئے گئے پھر اس کے بعد جب کہ تحمیلی جنگ کو جاری ہوئے پانچ سال گزر چکے ہیں۔
اگر روسی اور عراقی اعلیٰ حکام کے درمیان مذاکرات میں اہم فیصلوں کو خفیہ رکھا گیا تھا لیکن ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ یہ اہم فیصلے جنہیں صیغہ راز میں رکھنے کی کوشش کی گئی تھی ایران کے شہر دزفول پر عراقی حکومت کی طرف سے جو ۲۱ میٹر لمبے روسی میزائیلوں کے ذریعے کئے گئے حملے کے بعد پوری طرح آشکار ہو گئے ہیں۔

کل امن وامان (ملسکوی) کے نام سے ملکوں کو
اپنے دام فریب میں پھنسا دیا۔
لیکن آج امن وامان قائم کرنے کے لیے وسطی ایشیا
میں قتل عام کا بازار گرم کر رکھا ہے۔
اور کل کو اپنی بادشاہت سے متعلقہ علاقوں میں خطرات
کا مقابلہ کرنے کے لیے انسانی خون بہانے سے بھی دریغ نہیں
کریں گے۔
ان تمام کارروائیوں کا مقصد افغانستان کو ہڑپ کرنے
کے بعد ایران اور پاکستان کو ختم کر کے گرم پانیوں
تک پہنچنے کے سوا کچھ نہیں۔

٥ ٥ ٥ ٥ ٥ ٥ ٥ ٥

(موسیٰ خان جلال زی)

اسرائیلی سامراج نے ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۵ء، ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۲ء میں دنیائے عرب پر حملے کیے اور ستمبر ۱۹۷۰ء میں شاہ حسین کے ذریعے فلسطینیوں کا قتل عام بھی براہ راست امریکہ کے حکم سے عمل میں آیا اگرچہ صیہونیوں کے ذریعے فلسطین پر قبضے کا مسئلہ دنیائے عرب کے لیے ہمیشہ ایک اہم ترین مسئلہ رہا ہے خود فلسطین ہی کا مسئلہ عربوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کا سب سے بڑا عامل ثابت ہو سکتا ہے گذشتہ تین عشروں کی تاریخ ہمارے لیے دنیائے عرب کے نہایت تلخ واقعات پیش کرتی ہے صدر کارٹر نے اپنی صدارت کے دور میں ایک بار ایک حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کیا تھا کہ عرب ممالک کے کسی حاکم نے اس کی صدارت کی پوری مدت میں کسی فلسطینی حکومت کے تشکیل دیئے جانے کی بات نہیں کی۔ شاہ ایران بھی حکومت اسرائیل کے قریبی دوستوں میں سے تھا اور اس نے مغرب کے خلاف عربوں کی جانب سے کی گئی اقتصادی ناکہ بندی میں حصہ نہیں لیا تھا ایران پر مسلط کردہ جنگ میں امریکی سازش کی ناکامی نے صیہونیوں اور عرب رجعت پسندوں کو دنیائے عرب کے ایک اور حصے کو ہڑپ کر لینے کے لیے مشترکہ جدوجہد و تعاون پر اکسایا۔ آج (الانصار) نامی جیل میں ہزاروں عرب اور مسلمان نوجوان نہایت تکلیف دہ حالت میں صیہونیوں کی قید میں ہیں۔

امریکہ نے ویت نام میں وہ مظالم کیے جس کی مثال تاریخ انسانیت میں نہیں ہے، امریکہ نے جب ویت نام پر حملہ کیا اور وہاں پر اپنا قبضہ جاری رکھا۔ تو کچھ مدت کے بعد عالمی اخبارات نے واضح الفاظ میں کہا کہ آٹھ ہزار ویت نامی بچے جن کی ماں ویت نامی اور باپ امریکی ہیں غربت کے شکار ہیں وہ بچے ویت نام اور امریکہ کے درمیان ایک صحرا میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں گزر رہے ہیں اس طرح جاپان میں بھی امریکہ نے بہت مظالم کیے ہیں امریکہ نے نیکاراگوا میں بھی مظالم کا بازار گرم کر رکھا ہے جو ابھی تک جاری ہے۔ امریکہ نے نیکاراگوا کے مظلوم عوام کی سیاسی آزادی اور جغرافیائی سرحدات کے خلاف جو جدوجہد جاری رکھی ہے وہ اقوام متحدہ کے قوانین کے سراسر

خلاف ہے نیکاراگوا میں امریکی سامراج نے بے گناہ لوگوں کی قتل عام جاری رکھا ہے اور نیکاراگوا کی مظلوم عوام ان کا مقابلہ کر رہی ہے

تنظیم آزادی فلسطین کے ڈیموکریٹک دھڑے کی جانب سے بیروت میں ایک بیان جاری ہوا جس میں بتایا گیا تھا کہ یاسر عرفات اور ملک حسین کے درمیان فلسطینیوں کے خلاف اصولوں پر اتفاق رائے سے الفتح کی مرکزی کمیٹی کے بعض ارکان کو شدید اختلاف ہے شام کے اخبارات وجرائد نے شاہ حسین اور یاسر عرفات کے درمیان طے پانے والے معاہدے کو ایک نئی سازش کا نام دیا ہے جو فلسطینی عوام کے قانونی حقوق پر ڈاکے کے مترادف ہے اسرائیل کے وزیراعظم شیموں بریز نے ایک ٹیلی ویژن تقریر میں یاسر عرفات شاہ حسین مشترکہ فارمولے پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسے اسرائیل کے ساتھ صلح کی بات چیت کے لیے ایک مناسب قدم قرار دیا۔ اور کہا کہ عربوں کو چاہیئے کہ اپنے رویے میں لچک پیدا کریں تاکہ اسرائیل سے مذاکرے کے لیے زمین ہموار ہو سکے۔

مقبوضہ فلسطین میں مسلمانوں کے قتل عام کے علاوہ صیہونیوں نے دوسرے علاقوں میں بھی اپنے جرائم کو وسعت دی ہے جس کے نتیجے میں پڑوسی ممالک کے مسلمانوں کو بھی ان کے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بننا پڑ رہا ہے لبنان میں صابرہ و شیتلا کا المیہ جو کہ لبنان میں پناہ گزین ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام کا باعث بنا برسوں پہلے مقبوضہ فلسطین میں "کفر قاسم" اور "دیر یاسین" میں کیئے گئے قتل عام سے مشابہ تھا اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ صیہونیت جرائم اور آدم کشی کا دوسرا نام ہے لیکن یہاں پر جو چیز اہم ہے وہ بین الاقوامی اداروں میں امریکہ اور اس کے پٹھوؤں کی جانب سے اس حکومت کی حمایت ہے یہاں تک کہ بارہا امریکہ یہ وارننگ دے چکا ہے کہ اگر قدس پر غاصب حکومت کو فلاں تنظیم یا ادارے سے نکالا گیا تو وہ بھی اپنی رکنیت کو اس تنظیم سے ختم کر دے گا۔

لبنان میں اسلام کے شیدائیوں نے اسرائیلی اور امریکی فورسز کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ مارونیوں کو بھی اپنی سرزمین سے نکلنے پر مجبور کیا۔

زار روس نے جب افغانستان کی سرزمین پر قبضہ کرنے کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا تو اس وقت افغانستان ایک ٹھوس اور حقیقی سرحدوں والی مملکت کے طور پر موجود نہیں تھا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ افغانستان کی موجودہ سرحدوں کی بنیاد امیر امان اللہ خان کے دور میں ڈالی گئی۔

جہاں سے بڑی بڑی تحریکیں اٹھیں جہاں سے ان بڑے بڑے طوفانوں نے جنم لیا جنہوں نے کئی مرتبہ تاریخ عالم کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا دراصل یہ اسی یورپی سامراج روس کے زار اور بعد ازاں سوشل سامراج کے درمیان بندر بانٹ تھی جس نے یورپ میں بتدریج مشرق اور مغرب یورپ کی تقسیم پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ مغربی جرمنی کے دارالحکومت کو شرمناک ڈھٹائی کے ساتھ بون اور برلن میں سنگ و آہن کی دیوار تعمیر کر کے انسانوں کو ہی نہیں انتہائی نازک اور قریبی رشتوں کو بھی تقسیم کر دیا۔ نام نہاد مہذب مغربی دنیا امریکی امپریلزم اور سوشل سامراج کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کی صورت میں یہ دیوار آج بھی موجود ہے۔

لیکن کیا کبھی رومانیہ، ہنگری، چکوسلواکیہ، پولینڈ اور یوگوسلاویا کا ماتم کرنے والوں کی زبان سے مشرقی جرمنی کا نام بھی سنا دیا ہے؟ دنیا کو برطانوی، امریکی فرانسیسی کالونیوں میں تبدیل کر کے پوری دنیا کے پیداواری ذرائع اور دولت کو مغرب میں منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کی افرادی قوت کوڑیوں کے مول حاصل کر کے صدہا برس کے لیے اپنی صنعت، تہذیب کو استوار اور مستحکم کرتے رہے

یہ قابل غور بات ہے کہ آج انہیں آہنی پردے کے پیچھے مقیم صیہونیوں یا دیگر اہم شخصیات مثلاً! سولزے نٹسن اور سخاریف کی یاد ہی ستاتی ہے تاکہ انسانی حقوق کی آڑ میں عالمی رائے عامہ کا دباؤ اپنے مفادات کے تحفظ کے